بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشیخیہ الاحقاقیہ ھم المفوضۃ المشرکون

تالیف

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام

نزد مین ڈاکخانہ لاہوری گیٹ چنیوٹ

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب	الشیخیہ الاحقاقیہ ھم المفوضہ المشرکون
نام مؤلف	سید محمد حسنین زیدی برستی
رابطہ نمبر	0321-7702547, 046-334073
ناشر	ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام چنیوٹ
کمپوزنگ	**الرحمن** کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر چنیوٹ (0333-9794804)
تعداد	ایک ہزار
مطبع	معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور
طبع	اول 2009

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	تمہید	7
2	شیخیہ رکنیہ کرمان کے نزدیک معتبر ترین ماخذ ھائے ترجمہ شیخ	9
3	شیخیہ احقاقیہ کویت کے نزدیک معتبر ترین ماخذ ھائے ترجمہ شیخ	13
4	کتاب اول سیرۃ الشیخ احمد احسائی بخط خود	14
5	کتاب دوم شرح احوال شیخ از پسر ش شیخ عبداللہ	15
6	تیسری کتاب دلیل المتحیرین تالیف سید کاظم رشتی	16
7	مذکورہ تینوں کتابوں کی تاریخ تحریر	18
8	شیخ احمد احسائی کی خودنوشت سوانح حیات یا آغاز افسانہ	21
9	قریہ مطیرف میں سیلاب اور ویرانگری کا حال	22
10	حالات طفولیت شیخ	23
11	محیط زندگی شیخ	27
12	دوران تحصیلی شیخ	30
13	پہلا خواب تعلیم تفسیر قرآن در خواب	32
14	خواب دوم سوم جو فہم قران کو شیخ میں منحصر قرار دیتے ہیں	34
15	خواب چہارم شیخ در ادعائے بلندترین مقام بمقابلہ ہمہ خلائق	36
16	خواب پنجم شیخ آئمہ کو طلب کرنے کی ترکیب کے بارے میں	38
17	چھٹا خواب آئمہ کو خواب میں دیکھنے کا آغاز ہو گیا	39
18	ساتواں خواب پیغمبر سے ترک دنیا کا مطالبہ	41

19	شیخ ان خوابوں میں جو مسئلہ چاہتے تھے معلوم کر لیتے تھے	47
20	امور نادرہ کے بارے میں ایک خواب	48
21	شیخ احمد احسائی کے تمام خواب وحی والہام تھے	50
22	شیخیہ احقاقیہ کویت شیعوں کو دھوکہ دیتے ہیں	51
23	شیخ کے تمام خواب معائنہ تھے جن میں غلطی کا امکان نہیں تھا	53
24	آخری خواب آئمہؑ کا اجازے دینا اور ہدایت کے لئے معمور کرنا	56
25	شیخ کے زمانے میں ہی بزرگ شیعہ علماء نے شیخ کے افکار ونظریات کی مخالفت کی	59
26	شیخ نے شرح زیارت میں اس سے بڑھ کر دعویٰ کیا ہے	61
27	شیخ کی مسافرت اور قیام کرنے کا خلاصہ	64
28	شیخ نے یہ تمام سفر کس لئے کئے	65
29	اس زمانہ میں استعمار غرب سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے پارہ پارہ کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا	66
30	شیخ احمد احسائی نے بصرہ (عراق) میں قیام کیوں کیا؟	69
31	شیخ احمد احسائی کی عراق کے بہت سے شہروں میں گردش کا بیان	71
32	سعود بن عبدالعزیز کا عراق پر پہلا مرحلہ	74
33	سعود ابن یزید کا عراق پر دوسرا حملہ	75
34	سعود بن عبدالعزیز کا عراق پر تیسرا حملہ	77
35	شیخ کو بصرہ میں فلسفہ وتصوف کی تعلیم دی گئی	78
36	شیخ احمد احسائی فلسفہ وتصوف کی تعلیم کے بعد ایران میں داخل ہوتا ہے	81

37	یہ تمام سفر کرنے کا مقصد کیا تھا۔	83
38	شیخ کا یزد میں قیام	84
39	یزد کے بزرگوں کی مخالفت کی وجہ سے یزد کو چھوڑنا پڑا	86
40	شیخ کا سفر زیارت کے لئے جانا یا آئندہ پروگرام	87
41	شیخ احمد احسائی کے اساتذہ کون تھے	88
42	شیخ کا کرمانشاہ میں قیام فلسفہ و تصوف کی کتابوں کی تالیف	91
43	شیخ احمد احسائی کی قزوین میں تکفیر کا بیان	93
44	ایران سے مہاجرت اور کربلا کی مجاورت کا حال	97
45	کربلا میں شیخ کی تکفیر کا معرکہ	100
46	آقا السید محمد مھدی کا مقام و مرتبہ	107
47	شیخ کا کربلا سے مکہ کی طرف فرار ھدیہ کے مقام پر وفات	108
48	سید کاظم رشتی کی علماء کی مجلس میں طلبی	110
49	شیخ کے اجازوں کا افسانہ	118
49	کیا واقعاً ان علمائے بزرگ نے شیخ کی تالیفات کو دیکھا تھا	127
50	تبریز ایران میں مذہب شیخیہ کی تبلیغ کا حال	128
51	شیخوں اور شیعوں کا نام رکھنے کی تحقیق	132
52	مذہب شیخیہ کے رؤسا کا سلسلہ	136
53	شیخیہ احقاقیہ کویت کا ایک منظر	138
54	شیخیہ احقاقیہ کویت ہی وہ مفوضہ ہیں جن کو شرک کہا جاتا ہے	140

پیش لفظ

آقائے ضمیر الحسن صاحب نے مجھ سے یہ فرمائش کی کہ مذہب شیعہ اس کے بانی اور فرقوں اور ان کے اعتقادات کے بارے میں ایک کتاب فارسی زبان میں تحریر کروں اور انہوں نے یہ وعدہ کیا کہ اس کتاب کو مراجع عظام کے تعاون سے چھپوا کر اہل ایران کے استفادہ کے لئے نشر کریں گے۔ لہذا میں یہ کتاب فارسی زبان میں لکھ کر اور کمپوز کرا کر ان کے حوالے کر دی۔

اب فرزند عزیز سید نیاز حسین محمود کی درخواست پر اہل پاکستان کے استفادہ کے لئے اسے اردو زبان میں بھی شائع و نشر کر رہا ہوں۔

وماتوفیقی الا باللہ علیه توکلت و الیه انیب

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین ۔ اما بعد فقد قال الحکیم فی کتابہ الکریم و قولہ الحق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یا اھل اللکتاب لاتغلوا فی دینکم ولا تقولوا علیٰ اللہ الا الحق ۔

تمہید

خداوندتعالیٰ اپنی کتاب مقدس قرآن کریم میں ارشادفرماتا ہے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔اس ارشادخداوندی سے ثابت ہے کہ اہل کتاب غلوکرتے تھے۔وہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کہتے تھے اور بعض پسر خدا کہتے تھے اہل کتاب صرف یہود ونصاریٰ ہی نہیں بلکہ اہل اسلام بھی اہل کتاب ہیں اور قرآن مجیدان کی آسمانی کتاب ہے۔لہذا یہ آیت خودمسلمانوں سے بھی مخاطب ہے کہ تم بھی خدا کے بارے میں غلو نہ کرو۔کیونکہ اہل اسلام یعنی مسلمانوں میں بھی غلوکرنے والے اور غالی ہیں۔چنانچہ امام جعفرصادق علیہ السلام کاارشادگرامی ہے کہ ''الغلاۃ کفار و المفوضہ مشرکون ''یعنی غلوکرنے والی غالی کافر ہیں اور تفویض کے قائل مفوضہ مشرک ہیں ۔پس موالیان اہل بیت میں غالی بھی ہیں قائل تفویض مفوضہ بھی ہیں اور حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کاارشادگرامی ہے'' ھلک فی رجلان محب غال و مبغض قال ''اس سے ثابت ہوا کہ موالیان اہل بیت علیہم السلام میں بھی غالی موجود ہیں۔غالی ان لوگوں کو کہاجاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ علی خدا ہیں اور مفوضہ ان لوگوں کو کہاجاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے خودکوئی کام نہیں کیاخدا نے صرف محمدؐ وعلیؑ کوخلق فرمایا ہے اور

اپنے تمام کام ان کو سپرد کر دیئے ہیں وہی ہیں جو خلق کرتے ہیں، رزق دیتے ہیں، زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ یہ گروہ مفوضہ شیخیہ احقاقیہ کویت ہیں جو برملا قائل تفویض ہیں۔ جیسا کہ مرزا موسیٰ اسکوئی رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت نے اپنی کتاب احقاق الحق میں اقبال کیا ہے لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ تفویض جائز ہے اور دوسرے شیعوں کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے موالی تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو فرشتوں کے لئے تو اس بات کا قائل ہے کہ وہ خلق کرتے ہیں، رزق کی تقسیم کرتے ہیں، زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں حضرت علیؑ خلق کرتے ہیں، رزق دیتے ہیں، زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں تو تیرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ یہ تیرا کیا حال ہے۔

لیکن وہ یہ حقیقت فراموش کر جاتے ہیں کہ جو فرشتہ قبض روح کرتا ہے وہ اور کوئی کام نہیں کرتا اور نہ ہی اور کوئی کام اس کو سپرد کیا گیا ہے۔ اسی طرح تمام فرشتوں کا حال ہے جو کام جس فرشتے کو سپرد کیا گیا ہے وہ فرشتہ صرف وہی کام کرتا ہے دوسرا کام نہیں کرتا۔ یعنی جو فرشتہ خلق کرتا ہے اس کو رزق تقسیم کرنے کا کام سپرد نہیں کیا گیا اور جو فرشتہ قبض روح پر مامور ہے اسے اور کوئی کام سپرد نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آئمہ علیہم السلام کو خدا نے کارہدایت سپرد کیا ہے وہ ہادیان خلق ہیں اور وہ لوگوں کو ہدایت کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان سے تمسک کیا وہ ہدایت پا گئے لیکن شیخیہ احقاقیہ کویت کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کو اپنے تمام کام خلق و رزق اور احیاء امامت سپرد کر دیئے ہیں لہذا وہی خلق کرتے ہیں وہی رزق دیتے ہیں وہی مارتے ہیں وہی زندہ کرتے ہیں۔ اور میں نے اس کتاب جس کا نام میں نے الشیخیہ الاحقاقیہ ھم المفوضۃ المشرکون رکھا ہے اس فرقہ شیخیہ کے بانی یعنی شیخ احمد احسائی اور مذہب شیخیہ کے معروف فرقوں کے حالات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ البتہ سران شیخیہ و پیروان شیخیہ ان کے خلاف لکھنے والوں کو یہ الزام دیتے

ہیں کہ ہم پر یہ اعتراض کرنے والوں نے کتب شیخیہ کو دیکھا ہی نہیں ہے اور دوسروں کے لکھے ہوئے کو دیکھ کر اعتبار کرلیا ہے۔ اگر کوئی ان کے خلاف لکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ان کی معتبر کتابوں سے لکھے۔ اسی لئے میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کی معتبر ترین و معتمد ترین اصل کتابوں سے لکھا ہے اور یہ سب کتابیں میرے پاس موجود ہیں۔ مذہب شیخیہ کے دو مشہور فرقے ہیں اول شیخیہ رکنیہ کرمان اور دوم شیخیہ احقاقیہ کویت۔

شیخ رکنیہ کرمان کے نزدیک معتبر ترین ماخذ ھائے ترجمہ شیخ

رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان مرزا ابو القاسم خان کرمانی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام میں لکھتے ہیں کہ:

''معتبر ترین کتاب دلیل المتحیرین تالیف خود سید بزرگوار است و کتاب ہدایت الطالبین تالیف مولای بزرگوار جد عالی مقدار مرحوم آقائے حاج محمد کریم خان اعلیٰ اللہ مقامہ است کہ ہر دو کتاب مشتمل بر بسیای از شرح احوال و راطوار و عقائد ایشاں است ہر دو بطبع رسیدہ۔ کتاب فہرست ص 123 تا 125

اس کے بعد سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں

''امامعتبر ترین ماخذی که قدما یا معاصرین از نویسندگان در دست داشته اند البته رساله مرحوم مبرور عالم فاضل شیخ عبدالله رحمة الله نجل جلیل آں شیخ بزرگوار است که در شرح حالات شیخ بزرگوار نوشته که در کمال صحت و ثاقت است۔

بهرحال که شبهه و تردیدی در صحت و ثافت رساله

مرحوم شیخ عبداللہ ندارم و ترجمہ آں کتاب ہم کہ بقلم عالم فاضل و ادیب کامل مرحوم آقای محمد طاہر خان عم محترم ایں ناچیز نگاشتہ شدہ و بطع رسیدہ است البتہ در کمال صحت و کمال متانت است۔

نیز دو رسالہ دیگر ہم کہ سابق بر ایں اشاہ نمود از تالیف دو نفر از علماء بزرگ و تلامذہ سید مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ۔ یکی جناب عالم فاضل کامل متجر آقا مرزا علی نقی قمی مشہور بہندی رحمت اللہ علیہ مسمی بہ نور الانوار کہ در شرح حال شیخ بزرگوار و سید عالی مقدار و مرحوم آقای بزرگ جد امجد اعلیٰ مقامہم نوشتہ۔ و دیگری از تالیف عالم فاضل کامل جلیل القدر عظیم الشان آقا سید ہادی ہندی رضوان اللہ علیہ موسوم بہ تنبیہ الغافلین و سرور الناظرین کہ نیز موضع در شرح حالات آں بزرگوار است ایں دو رسالہ ہم منطبق با رسالہ مرحوم شیخ عبداللہ و صحت ایں رسالہ مذکورہ در نزد فقیر معتبر است و ہیچ گونہ تردیدی در آنہا ندارم۔

و عرض شد کہ شرح احوال ' آں بزرگوار در رسائل نام بردہ مدون شدہ است ولی حقیر ناچیز ہم رسالہ مختصرہ را کہ بقلم خود آں یگانہ آفاق در شرح بعض احوال خود نگاشتہ و عین نسخہ بخط آں بزرگوار آخیرادست آمدہ است

و رسالہ مذبورہ را بخواهش فرزند ارجمند خود مرحوم عالم فاضل کامل شیخ محمد تقی رضوان الله علیه مرقوم داشته عینا برائے تبرك و تیمن دریں راسله درج می نمایم ۔

فہرست کتب مشائخ ص 31

یعنی معتبر ترین کتاب دلیل المتحرین ہے جو خود سید بزرگوار (کاظم رشتی) کی تالیف ہے اور کتاب ہدایت الطالبین ہے جو مولائی بزرگوار جد عالی مقدار مرحوم آقائے حاج محمد کریم خان اعلیٰ اللہ مقامہ کی تالیف ہے ۔ اور یہ دونوں کتابیں شیخ احمد احسائی کے حالات اور عقائد پر مشتمل ہیں اور یہ دونوں کتابیں طبع ہو چکی ہیں ۔

کتاب فہرست ص 123 تا 125

اس کے بعد سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں لیکن وہ معتبر ترین ماخذ جس سے قدما اور معاصرین لکھنے والوں کے پاس موجود ہے وہ مرحوم مبرور عالم فاضل شیخ عبداللہ فرزند جلیل شیخ احمد احسائی کا لکھا ہوا رسالہ ہے جو اس نے شیخ بزرگوار شیخ احمد احسائی شرح حالات میں لکھا ہے اور یہ رسالہ انتہائی صحیح اور قابل وثوق ہے ۔

بہر حال مرحوم شیخ عبداللہ کے اس رسالہ میں کوئی شک اور شبہ کی بات نہیں ہے اور اس کتاب کا عالم فاضل و ادیب کامل مرحوم آقائے محمد طاہر خان کے قلم سے فارسی میں ترجمہ ہو کر طبع ہو چکا ہے اور یہ فارسی کا ترجمہ بھی کمال صحت اور کمال متانت کا حامل ہے ۔

ان تین کتابوں کے علاوہ دو رسالے اور ہیں جو دو بزرگ علماء کی تالیف ہیں یہ دونوں بزرگ سید مرحوم (کاظم رشتی) اعلیٰ اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں ان میں ایک عالم فاضل کامل متبحر آقا میرزا علی نقی قمیؒ ہیں جو ہندی کے نام سے مشہور ہیں ۔ ان کی کتاب کا نام نور الانوار ہے جو شیخ بزرگوار (شیخ احمد احسائی) اور سید عالی مقدار (کاظم رشتی) و مرحوم آقای

بزرگوار جدامجد اعلیٰ اللہ مقامھم کے حالات کی شرح میں لکھی گئی ہے۔

اور دوسری کتاب عالم فاضل کامل جلیل القدر وعظیم الشان آقا سید ھادی ھندی رضوان اللہ علیہ کی تالیف ہے جس کا نام تنبیہ الغافلین وسرور الناظرین ہے۔ یہ رسالہ بھی ان بزرگوار (شیخ احمد احسائی) کے حالات کی شرح میں لکھا گیا ہے یہ دونوں رسالے بھی مرحوم شیخ عبداللہ کے عین مطابق ہیں اور اس رسالہ مذکورہ کی صحت فقیر کے نزدیک معتبر ہے اور اس رسالہ میں کسی قسم کا شک اور جائے تردید نہیں ہے۔

اور جیسا کہ عرض کیا گیا ہے ان بزرگوار (شیخ احمد احسائی) کے شرح حالات نام بردہ کتابوں میں مدون شدہ ہیں لیکن اس حقیر ناچیز نے بھی ایک مختصر رسالہ کو جو خود اس یگانہ آفاق (شیخ احمد احسائی) نے اپنے بعض حالات کی شرح میں خود اپنے قلم سے لکھا ہے اور اس کا اصل نسخہ جوان بزرگوار (شیخ احمد احسائی) نے بخط خود لکھا تھا آخر میں ملا ہے اور اس رسالہ کو اپنے فرزند ارجمند شیخ محمد تقی رضوان اللہ علیہ کی خواہش پر لکھا ہے عیناً تبرک وتیمن کے طور پر اس رسالہ میں درج کررہا ہوں۔ فہرست کتب مشائخ ص 31

اس کے بعد رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان مرزا ابو القاسم خان نے اپنی کتاب فہرست کتب مشائخ کے ص 132 سے لے کر ص 144 تک اس رسالہ کو جو شیخ احمد احسائی نے اپنے حالات زندگی کے بیان میں خود اپنے قلم سے لکھا ہے۔ نقل کیا ہے۔ پس ترتیب معتبر ترین ماخذ ہائے ترجمہ شیخ احمد احسائی اس طرح ہے۔

۱۔ سیرۃ الشیخ احمد احسائی تالیف خود 1239

۲۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی تالیف پسرش شیخ عبداللہ 1242

۳۔ دلیل المتحیرین تالیف سید کاظم رشتی 1258

۴۔ نور الانوار تالیف مرزا علی نقدی ہندی تلمیذ سید کاظم رشتی

۵۔ تنبیہ الغافلین تالیف سید ہادی ہندی تلمیذ سید کاظم رشتی

۶۔ ہدایت الطالبین تالیف محمد کریم خان کرمانی تلمیذ سید کاظم رشتی

یہ چھ کتابیں شیخیہ رکنیہ کرمان کے نزدیک شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات کے معتبر ترین ماخذ ہیں جن میں سے پہلی خود شیخ احمد احسائی کی تالیف وتصنیف ہے دوسری شیخ احمد احسائی کے فرزند شیخ عبداللہ کی تالیف ہے تیسری کتاب شیخ احمد احسائی کے شاگرد ارشد اور خلیفہ اول سید کاظم رشتی کی تالیف ہے اور چوتھی ، پانچویں اور چھٹی سید کاظم رشتی کے شاگردوں کی تالیف کردہ ہیں اور یہ آخری تینوں کتابیں پہلی تینوں کتابوں سے ماخوذ ہیں اور بعض واقعات وہ ہیں جو انہوں نے دوسرے شاگردوں سے سن کر لکھے ہیں۔

البتہ بعض مصنفین اور مولفین نے بھی شیخ احمد احسائی کے حالات کو اپنی اپنی تالیفات میں جو دوسرے موضوعات پر مشتمل ہیں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جن کا بیان سیرۃ الشیخ احمد احسائی کے ص 16 پر کیا گیا ہے ۔ان مولفین محترم نے جو کچھ لکھا ہے وہ شیخ احمد احسائی کے سو سال کے بعد لکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہے وہ سب کا سب ان پہلی تینوں کتابوں سے نقل کر کے لکھا ہے جنہیں شیخی حضرات اپنا معتبر ترین ماخذ کہتے ہیں یا از پروپیگنڈہ و مبلیغات تابعین شیخ سے نقل کر کے لکھا ہے۔

شیخیہ احقاقیہ کویت کے نزدیک معتبر ترین ماخذ ھائے ترجمہ شیخ

مرزا علی الاسکوئی الاحقاقی رئیس مذہب شیخیہ احقایہ کویت اپنی کتاب عقیدۃ الشیعہ میں شیخ علی نقی کے احوال کے ضمن میں اس کے بھائی شیخ محمد تقی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"قال الاوحد في ترجمة احوال شخصه. و كان ممن فضل علي عز و جل ان رزقني ذرية كرمهم الله بالعلم و كان كبيرهم سناً وعلماهو الابن الاعز محمد تقي.

یعنی شیخ احمد احسائی نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھا ہے کہ خدائے عزوجل کے فضل سے مجھ پر یہ تھا کہ اس نے مجھے ایسی اولا دعطا کی جنہیں اس نے علم سے نوازا اور عمر اور علم کے اعتبار سے ان سب سے بڑا اعزیز محمد تقی تھا اور مرزا حسن الحائری الاحقاقی اپنی کتاب الدین بین السائل والمجیب میں اس طرح لکھتے ہیں کہ:

" وهذا ما كتبه اعلیٰ الله مقامه بقلمه الشريف "

الدین بین السائل والمجیب ص 115

یعنی جو یہ چاہے کہ شیخ احمد احسائی کے حالات سے آگاہی کرے تو اسے چاہے کہ وہ اس سیرۃ الشیخ احمد احسائی کا مطالعہ کرے جسے اس نے اپنے قلم شریف سے خود لکھا ہے اور جسے دکتور حسین علی محفوظ نے طبع ونشر کیا ہے۔

کتاب اول سیرۃ الشیخ احمد احسائی بخط خود

مرزا علی الاسکوئی الاحقاقی اپنی کتاب عقیدہ الشیعہ میں شیخ احمد احسائی کے فرزند کے حال کے ضمن میں شیخ کے حالات کو مختصر طور پر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

" و اما من حيث العلم و العمل فحدث والاحرج فان له مواقف علمية تعجز عنها العلماء والحكما ومواقف عليه بكل عنها العاملون كما لا يخفى على مطلع مومن و وجدنا ذات كله في رسالتة بحطه الشريف"

حاشیہ عقیدہ الشیعہ ص 83-84

لیکن از روئے علم وعمل پس وہ ان مواقف علمیہ کا حامل تھا کہ جن سے علماء وحکما عاجز تھے اور اس کے مواقف علمیہ سے بھی تمام عاملین پس ماندہ تھے جیسا کہ اس بات سے وہ تمام مومن جو اطلاع رکھتے ہیں آگاہ ہیں اور ہم نے اس کے ان تمام حالات زندگی کو اس رسالہ سے نقل کیا ہے جو شیخ احمد احسائی نے خود اپنے خط سے لکھا ہے ہے۔

اس عبارت سے جسے رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا علی الاسکوئی الاحقاقی اور مرزا حسن الاسکوئی الاحقاقی نے لکھا ہے واضح طور پر یہ ثابت ہے کہ اس رسالہ کو جسے شیخ احمد احسائی نے نے اپنے حالات زندگی کے بیان میں خود اپنے قلم سے لکھا ہے اور جسے دکتور حسین علی محفوظ نے طبع ونشر کیا ہے ان کے نزدیک بہت ہی معتبر ہے اور ان کے نزدیک اس رسالہ میں کچھ بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ رسالہ ہمارے پاس موجود ہے۔

کتاب دوم شرح احوال شیخ از پسر ش شیخ عبداللہ

دوسری کتاب شیخ احمد احسائی کے فرزند کی لکھی ہوئی شرح احوال شیخ ہے۔مرزا علی الاسکوئی الاحقاقی اپنی کتاب عقیدۃ الشیعہ میں شیخ علی نقی کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

" ولـه مـن ابيـه قـدس سـره اخـوان اثـنان هو ثالثهم و اوسطهم و كلهم كانوا علماءً، فضلاءً ، اتقياءً ا براراً كملين الشيخ محمد تقى وشيخ عبـدالـلـه و هـذا الشـانـي اخـوهما الاصغر عاش بعد والده المرحوم مدة يسيـرة و لـحق اباه رحمة الله وله ترجمة الاحوال والده مفصلاً ترجمت بـاللغه الفارسية وطبعت مرتين مرة في طهران في رساله چهار دهي و ثانيه في تبريز في رسالةثقة الاسلام المرزامحمد المرحوم التبريزى"

عقیدۃ الشیعہ ص85

یعنی شیخ علی نقی کے دو بھائی تھے اور وہ درمیانہ اور تیسرا تھا اور یہ سب کے سب باکمال ،علماء وفضلا و اتقیا وابرار تھے اول الشیخ محمد تقی ،دوم شیخ عبداللہ اور یہ دوسرا بیٹا یعنی شیخ عبداللہ ان سب سے چھوٹا تھا اور وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد بہت تھوڑے عرصہ زندہ رہا اور اپنے باپ کے ساتھ جاملا ۔اس نے اپنے باپ کے حالات زندگی میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے جس کا فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے اور دو مرتبہ طبع ہو چکا ہے پہلی مرتبہ تہران سے رسالہ چہاردہی میں شائع ہوا اور دوسری مرتبہ ثقۃ الاسلام مرزا محمد مرحوم تبریزی کے رسالہ میں۔

اس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ روسائے شیخیہ احقاقیہ کویت کے نزدیک رسالہ شرح احوال شیخ احمد احسائی جو شیخ کے بیٹے شیخ عبداللہ کا تالیف کردہ ہے معتبر ترین ومعتمد ترین رسالہ ہے۔

تیسری کتاب دلیل المتحیرین تالیف سید کاظم رشتی

تیسری کتاب دلیل المتحیرین ہے جو سید کاظم رشتی جانشین اول شیخ احمد احسائی کی تالیف ہے ۔اس کتاب کے بارے میں مرزا حسن الاسکوئی الاحقاقی اپنی کتاب الدین بین السائل والمجیب میں لکھتے ہیں:

" لقد واجه قدس الله سره اعظم المصائب و اشد المصائب الا وهي مصيبة التكفير و قد رماه الحاسدون بالكفر انهموه بالغلو في حق المعصومين عليهم السلام و بانكار المعاد الجسماني والمعراج الجسماني وانكار شق القمر افتراء أعليه و حاشاه من كل مارموه به وسموا تلامذته و اتباعه بالشيخيه و الكشفيه ، كما سميت الشيعة بالترابية والرافضيه(و قصه اعلىٰ مقامه و قصه تلاميذه معه المخالفين

طویلة وعریضة فمن اراد الاطلاع علیها مفصلا مشروحاً فعلیه بکتاب دلیل المتحیرین الذی الفه تلمیذه الارشد السید کاظمی رشتی قدس الله سره "   الدین بین السائل والمجیب ص116

یعنی شیخ احمد احسائی پر عظیم مصیبتیں وارد ہوئیں اور ان سب میں بدترین شیخ احمد احسائی کا کافر قرار دینے کی مصیبت تھی ۔ حاسدوں نے س پر کفر کا فتویٰ دے دیا ۔ اور معصومین علیہم السلام کے حق میں غلو کرنے کا اتہام لگایا اور اس پر معاد جسمانی اور معراج جسمانی اور شق القمر کا اتہام لگایا ۔ درآنحالیکہ وہ ہرگز ان باتوں کا مرتکب نہ ہوا تھا اور انہوں نے شیخ کے شاگردوں اور پیروی کرنے والوں کا نام شیخیہ اور کشفیہ رکھا ۔ جیسا کہ شیعوں کا نام ترابیہ اور رافضی رکھا گیا تھا اور شیخ احمد احسائی اور اس کے شاگردوں کا قصہ مخالفین کے ساتھ طویل وعریض ہے ۔ پس اگر کوئی یہ چاہے کہ ان قصوں سے تفصیل کے ساتھ آگاہی حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ کتاب دلیل المتحیرین شاگرد ارشد شیخ کی تالیف کا مطالعہ کرے ۔

رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت کے اس بیان سے ثابت ہے کہ کتاب دلیل المتحیرین بھی ان کے نزدیک بہت ہی زیادہ قابل وثوق و لائق اعتبار و اعتماد ہے ۔

اور ان تینوں رسالوں میں موثق ترین و معتبر ترین وہ رسالہ ہے جسے خود شیخ احمد احسائی نے اپنے قلم سے تحریر کیا ہے لیکن چونکہ شیخ نے اپنی اس سوانح حیات میں کسی بھی سفر کا ذکر نہیں کیا ہے اور شیخ عبداللہ اولین شخص ہے جس نے شیخ احمد احسائی کے سفروں کے حالات کو قدم بقدم تحریر کیا ہے اور اس سے پہلے کسی نے بھی شیخ کی زندگی کے حالات کو قلمبند نہیں کیا ہے لہذا بعد میں جس نے بھی لکھا ہے اس نے شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ کتاب شرح احوال شیخ سے نقل کر کے لکھا ہے ۔

مذکورہ تینوں کتابوں کی تاریخ تحریر

سید کاظم رشتی نے کتاب دلیل المتحیرین میں اس کتاب کی تحریر سے فراغت پر آخر صفحہ پر اس طرح لکھا ہے۔

"لقد فرغ من املائها عصر یوم السبت الحادی عشر من شهر ربیع الولود سنة ۱۲۵۸۔"

اس سے ثابت ہوا کہ سید کاظم رشتی اس کتاب کی املا سے 11 ربیع الاول سن ۱۲۵۸ھ کو فارغ ہوا۔

لیکن شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں اس کتاب کی تحریر کی کوئی تاریخ رقم نہیں کی ہے مگر چونکہ حسب تحریر رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد بہت ہی کم دن زندہ رہا۔ اور اس کتاب میں شیخ احمد احسائی کی وفات کا دن لکھا ہوا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ شیخ عبداللہ نے یہ کتاب اپنے باپ کی وفات کے بعد لکھی ہے اور چونکہ شیخ احمد احسائی نے ماہ ذیقعدہ سن ۱۲۴۱ھ میں وفات پائی ہے لہذا حتماً شیخ عبداللہ نے اپنے بات کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب کو اپنے باپ کی وفات کے بعد تالیف کیا ہے۔ لیکن وہ رسالہ جو شیخ احمد احسائی نے اپنے حالات زندگی میں خود تحریر کیا ہے اس میں اس نے اپنی تاریخ ولادت کے علاوہ اور کسی تاریخ کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن شیخ احمد احسائی نے اپنی اس کتاب سیرۃ میں دو باتیں ایسی لکھی ہیں کہ جن سے اس کتاب کی تاریخ تالیف کا تقریباً اندازہ ہو جاتا ہے۔ پہلی بات جو شیخ نے لکھی ہے وہ یہ ہے:

"و کان مما تفضل علی عزوجل ان رزقنی ذریة کرمهم الله بالعلم و کان کبیرهم سناً و علماً هو ابن الاعز

محمد تقی" (سیرۃ الشیخ احمد احسائی ص 9)

یعنی خدائے عزوجل کے فضل وکرم سے مجھ پر یہ ہے کہ اس نے مجھے ایسی اولاد عطا کی ہے جنہیں اس نے علم کے ساتھ عزت بخشی ہے اور میرا وہ بیٹا جو علم اور سن کے اعتبار سے ان سب میں بڑا تھا وہ ابن الاعز محمد تقی تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ شیخ نے اپنے حالات زندگی پر مشتمل یہ رسالہ نہ تو ایام طفلی میں لکھا ہے اور نہ ہی آغاز جوانی میں لکھا بلکہ اس وقت لکھا ہے جب اس کی اولاد بالغ ہوکر عالم و فاضل بن گئی لیکن اس سے بھی اس رسالہ کی حتمی تاریخ تحریر معلوم نہیں کی جا سکتی۔ لیکن دوسری بات جو شیخ نے اپنے حالات زندگی کے اس رسالہ میں لکھی ہے اس سے اس سوانح حیات کی تقریباً تاریخ تحریر معلوم ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لکھتا ہے:

"واذ اردت ان تعرف صدق کلامی فانظر فی کتبی الحکمیة فانی فی اکثرها فی اغلب المسائل خالفت جل الحکماء والمتکلمین"

یعنی جب تیرا یہ ارادہ ہو کہ میرے کلام کی صداقت کو پرکھے تو تجھے چاہیے کہ میری کتب حکمت وفلسفہ میں نظر کر اور غور سے دیکھ کہ میں نے اکثر کتابوں میں اغلب مسائل میں حکماء وفلاسفہ ومتکلمین جلیل القدر کی مخالفت کی ہے۔

شیخ کے اس فقرہ سے ثابت ہے کہ شیخ نے اپنے حالات زندگی پر مشتمل یہ رسالہ ان کتب وفلسفہ وحکمت وکلام کی تحریر کے بعد لکھا ہے کہ اس نے ان کتب حکمت وفلسفہ وکلام میں اکثر حکماء وفلاسفہ ومتکلمین شیعہ کی اکثر باتوں میں مخالفت کی ہے اور ان کتابوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ شرح زیارت الجامعہ 10 ربیع الاول 1230ھ

۲۔	شرح علی الحکمۃ العرشیہ	27ربیع الاول 1236ھ
۳۔	شرح علی المشاعر در قواعد حکمۃ	27صفر 1234ھ
۴۔	شرح علی الرسالۃ العلمیہ	15ربیع الثانی 1230ھ
۵۔	شرح فوائد فی الحکمہ	9شوال 1232ھ
۶۔	جواب شیخ یعقوب واقوال سائر حکما	8شعبان 1239ھ

پس اس سے معلوم ہوا کہ شیخ احمد احسائی نے اپنی یہ سوانح حیات تقریباً 1239 کے بعد اور کربلا میں توطن کے لئے جانے سے پہلے لکھی ہے لیکن وہ منتشر نہ ہوئی تھی بلکہ یہ خود اس کے پاس اور اس کے تابعین اور مریدوں کے پاس مخفی و پوشیدہ تھی۔ لیکن جب شیخ احمد احسائی کے مریدوں اور تابعین کی تعداد کافی ہوگئی تو اس کے مریدوں اور تابعین نے اس کو نقل کر کے نشر کردیا۔ چنانچہ یہ رسالہ جس کو حسین علی محفوظ نے نقل کر کے نشر کیا ہے اس کتاب کے آخر میں اس طرح لکھا ہے:

”الیٰ ھذا کتب بخطہ الشریف و قد نقلناہ من نسخۃ نقلت من خطہ اعلیٰ اللہ مقامہ۔ و کتب العبد الضعیف محمد بن محمد بن الحسین المدعو بالتقی فی بلدۃ تبریز۔ و فرغ منہ یوم الاربعا ثالث شھر ذی القعدہ الحرام من سنۃ تسعین و مائتین بعد الالف من الھجرۃ۔ رسالہ سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 22

یعنی یہاں تک شیخ احمد احسائی نے خود اپنے خط شریف سے لکھا ہے اور ہم نے اس کو اس نسخہ سے نقل کیا ہے جو اس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے جسے شیخ احمد احسائی نے خود اپنے خط شریف سے لکھا ہے (اعلیٰ اللہ مقامہ) اور اس کو عبد ضعیف محمد بن محمد بن المعروف بہ تقی نے شہر تبریز سے تحریر کیا ہے اور اس کی تحریر سے یوم الاربعا 3 ذی القعدہ الحرام 1290 ھجری میں

فارغ ہوا۔

اگر چہ شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات کو شیخ عبداللہ نے بھی اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی کے پہلے تین ابواب میں نقل کیا ہے ۔لیکن شیخ عبداللہ نے شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات کی بعض عبارتوں کو جو خاص اہمیت رکھتی تھیں ترک کر دیا ہے اور مخفی رکھا ہے اور ہم ان کو نقل کر کے اس کو آشکار کریں گے اور شرح احوال شیخ احمد احسائی کے باب چہارم اور اس کے بعد سب سے پہلے شیخ عبداللہ نے لکھا ہے اور اس سے پہلے کوئی بھی شخص شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات کے اس حصہ سے آگاہ نہیں تھا اور اس کے بعد جس نے بھی لکھا ہے وہ شرح احوال شیخ تالیف شیخ عبداللہ لکھا ہے۔

شیخ احمد احسائی کی خودنوشت سوانح حیات یا آغاز افسانہ

شیخ احمد احسائی نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں اس طرح لکھا ہے۔

”فخرجت فی وقت قد انتشر الجهل و عم الناس خصوصاً فی بلدتنا ، لانه نائية عن المدن ، ولا يعرف اهلها شيئاً من الاحكام ۔ ولا يفرقون بين الحلال والحرام ۔

سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 9

شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ میں نے اس دار دنیا میں اس وقت قدم رکھا جبکہ (سراسر عالم) میں خصوصاً ہمارے شہر میں قیامت کا دور دورہ تھا اور لوگ کچھ بھی بصارت و بصیرت نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ تمدن سے بے بہرہ تھے اور اس میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا جو خدا اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دے اس قریہ کے لوگ احکام الہی سے بالکل بے خبر تھے اور نہ ہی حلال وحرام میں کوئی فرق کرتے تھے ۔

اسے شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ میں نقل نہیں کیا ورا سے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے یا تو یہ سہواً رہ گیا یا دانستہ طور پر چھپانے کی کوشش کی چونکہ اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب سراسر عالم میں جہالت پھیلی ہوئی تھی اور لوگ کوئی بصیرت و بصارت نہیں رکھتے تھے اور کوئی نہ تھا جو کسی کو خدا اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دے اور لوگ احکام الٰہی کی کوئی معرفت نہیں رکھتے تھے اور حلال وحرام میں کوئی فرق وتمیز نہ کرتے تھے تو خدا پر یہ لازم تھا کہ کسی کو بہ تقاضائے لطف لوگوں کی ہدایت کے لئے مامور کرے۔ اور شیخ احمد احسائی نے اپنی خودنوشت سوانح حیات کے آغاز میں یہی دعویٰ کیا ہے کہ جب دنیا اس حال میں پہنچی ہوئی تھی تو خداوند تعالیٰ نے مجھے بطور ہادی کے مامور فرمایا ہے۔

قریہ مطیرف میں سیلاب اور ویرانگری کا حال

شیخ احمد احسائی اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھتا ہے:

”و علیٰ راس السنتین سن ولادتی جاء مطر شدید واتت بلادنا سیول من الجبال حتّیٰ کان عمق الماء فی المکان المرتفع من بلادنا ذراعین و نصفا، تقریباً، وفی ذالک الیوم، تولد المرحوم، المبرور اخی الشیخ صالح۔ تغمد اله برحمته واسکنه بحبوحة جنته۔ وفی یوم الثالث وقعت بیوت بلدنا کلها، لم یبق فیها الا مسجدها و بیت لعمتی فاطمه۔ الملقبه بحبابه رحمه الله علیها و کان ح {حنیئذ} عمری سنتین۔ وانا اذکر هذه الواقعة“ سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 9-10

یعنی جب میری عمر دو سال ہوگئی تو بہت زبردست بارش برسی اور پہاڑوں کے

اوپر سے ہمارے شہروں میں تباہ و برباد و ویران کرنے دینے والا سیلاب آگیا اور ہمارے شہر کے بلند ترین مکان میں پانی کی گہرائی تقریباً ڈھائی ہاتھ تھی اور اسی دن میرا بھائی شیخ صالح پیدا ہوا اور تیسرے دن ہمارے شہر کے تمام مکانات منہدم ہو گئے اور اس شہر میں سوائے ایک مسجد اور میری پھوپھی فاطمہ جس کا لقب حبابیہ تھا کے مکان کے سوا اور کوئی مکان باقی نہ رہا اور اس وقت میری عمر دو سال تھی اور یہ واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

اپنی اس تحریر کے ذریعہ شیخ لوگوں کو یہ بتلانا اور سمجھانا چاہتا ہے کہ اس کی یادداشت اتنی تیز ہے کہ بہتر سال گذرنے کے بعد بھی اسے یہ واقعہ یاد ہے اور یہ بات حتماً قابل انکار نہیں ہے کہ اس کی یادداشت غیر معمولی تھی اور اس کے اسی ذہن رسا اور یادداشت کی وجہ سے دست اجانب نے اسے اپنے کام کے لئے اختیار کیا اور اس کا بیان آگے چل کر آئیگا۔

حالات طفولیت شیخ

شیخ احمد احسائی اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھتا ہے کہ:

" و علیٰ مختصر القصه ، قرأت القران و عمری خمس سنین و کنت کثیر التفکر ، فی حالة طفولتی ، حتیٰ انی اذا کنت مع الصبیان . العب معهم . کما یلعبون . ولکن کل شئی یتوقف علی النظر. اکون فی مقدمهم و سابقهم واذ ا لم یکن معی احد من الصبیان ، اخذت فی النظفر، والتدبر، وانظر فی الاماکن الخربه و الجدران المهدمه، اتفکر فیها ، وا قول فی نفسی هذه کانت عامرة، ثم خربت. وابکی اذ تذکرت اهلها و عمرانها بوجودهم و ابکی بکاءً کثیراً ، حتیٰ انه لما کان حسین بن سیاب الباشه حاکم الاحساء . و تالب علیه العرب و اتی محمد آل عزیز و

حاصروا الباشه .و قتلواالروم، و اخذ والاحساء وحکم فیھا ال عزیز و بعد ایں مات حکم فی الاحساء ابنه علی ال محمد . و قتله اخوه وجین ابو لوء ء و کان مقتله قرب عین الحوراء. بالحاء المھله. ودفن ھناک فاذا مررت. وعمری خمس سنین تقریباً بقبره . اقول فی نفسی، این ملکک؟ این قوتک؟ این شجاعتک، وکان فی حیاته . علی ما یذکرون ، اشجع اھل زمانه و اشدھم قوة فی بدنه .واتذکر احواله و ابکی بکاء شدیداً . علی تغیر احوال الدنیا و تقلبھا و تبدلھا"

سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 10

پس جب میری عمر پانچ سال ہوگئی تو میں نے قرآن مجید کی قرأت سے فراغت پائی اور بچپنے میں ہمیشہ تفکر وتدبر میں مصروف رہتا یہاں تک کہ جب میں بچوں کے ساتھ ہوتا تو ان کے ساتھ کھیلا کرتا تھا جیسا کہ وہ کھیلا کرتے تھے لیکن ہر کام میں جو تفکر وتدبر کے محتاج تھے تو سب سے مقدم اور آگے ہوتا تھا۔ جب میں تنہا ہوتا تھا تو میں پرانی عمارتوں اور زمانے کے حالات پر نظر کرتا اور ان سے عبرت حاصل کرتا تھا اور اپنے دل ہی دل میں کہتا تھا کہ ان مکانوں کے رہنے والے کہاں چلے گئے اور ان میں بسنے والے کہاں ہیں۔ میں ان کے حال کو یاد کر کے روتا رہتا۔

اسی زمانہ میں والی احساء حسین پاشا آل سباب تھا ایک وقت ایسا آیا کہ اعراب کے ایک طائفہ نے محمد آل عزیز کی تحریک اور سرکردگی میں اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا اور خود اس کی جگہ حاکم بن بیٹھا اور اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا علی آل محمد احساء کا حاکم بنا۔ اس کے بھائی وجین نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کا مقتل ایک چشمہ کے قریب تھا جس کا نام حوراء تھا اور وہ وہیں پر دفن ہوا اور اس وقت میری عمر پانچ سال تھی جب میں اس قبر کے پاس

سے گزرا کرتا تھا تو دل ہی دل میں کہتا تھا۔ تیرے ملک کو کیا ہوا؟ تیری قوت کو کیا ہوا؟ اور تیری شجاعت کہاں گئی؟ اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے وہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع ترین اور بدن میں تمام لوگوں سے قوی ترین تھا اور میں اس کی حالت پر عبرت حاصل کرتا اور دنیا کے تقلب وتبدل پر خوب روتا۔

شیخ احمد احسائی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ شیخ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن کی قرأت مکمل کر لی تھی اور قرات قرآن سے فارغ ہو گیا تھا اور پانچ سال کی عمر میں قرأت قرآن سے فارغ ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ خصوصاً عرب کے پانچ سال کے بچے کے لئے جس کی زبان عربی ہے لیکن پانچ سال کی عمر میں اس طرح سے تفکر وتدبر کرنا اور ویران مکانوں کو دیکھ کر عبرت پکڑنا اور والی احساء کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہنا کہ اب تیرا ملک کہاں ہے؟ تیری قوت کہاں ہے اور تیری شجاعت کو کیا ہوا؟ اور اس کی حالت پر عبرت پکڑنا اور دنیا کے تقلب وتبدل پر گریہ کرنا ایسی بات ہے جو غیر معمولی ہے۔

آقائے لیقوانی اپنی کتاب ایشت شیخی گری میں لکھتے ہیں کہ:

"ایں یک نمونه از افسانه آمیز بودن زندگی شیخ است. اگر ایں مطالب . راستی از خود او باشد، کاملاً می رساند که میخو است خود را از اول یک انسان فوق العادة و ممتاز معرفی کند و از اول دوران کودگی خود را مستحق و سزا وار یک مقام مقدس الهی بداند، هما نطور که دیدیم ادعا کرد.

وا گر ساخته و پرداخته فرزند و مریدانش باشد اول او را یک رهبر متفکر نابغه و فرستاده شده از طرف خدا در نظر گرفته اند، سپس شرح زندگی مناسب بایں مقام نوشته اند، و گرنه یک

کودک پنج ساله کجا و این مطالب کجا؟ " لانست شیخ گری ص 10

یہ شیخ احمد احسائی کی زندگی کے افسانہ آمیز ہونے کا ایک نمونہ ہے ۔ اگر ان مطالب کو واقعاً اسی نے تحریر کیا ہے تو اس سے کامل طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے شروع سے ہی یہ چاہا ہے کہ خود کو ایک فوق العادہ اور ممتاز ہستی کے طور پر تعارف کروائے اور بچپن کے زمانہ سے ہی خود کو ایک مقام مقدس الٰہی کا مستحق و سزاوار جانے ۔

جیسا کہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس کا دعویٰ یہی ہے اور اگر یہ سب کچھ اس کے بیٹے اور مریدوں کا ساختہ و پرداختہ ہو تو انہوں نے پہلے سے ہی ایک رہبر متفکر نابغہ اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا قرار دے لیا پھر اس کے بعد اس مقام کی مناسبت سے اس کی زندگی کے حالات تحریر کئے ہیں ورنہ ایک پانچ سال کا بچہ کجا اور یہ مطالب کجا؟

آقائے لیقوانی کے یہ دونوں احتمال نزدیک بہ صواب ہیں ۔ اگر چہ وہ بچپنے سے ایک مقام مقدس الٰہی کا مستحق و سزاوار نہیں سمجھتا تھا لیکن جب استعمار غرب کے ہاتھوں وہ اس کام کے لئے مامور کیا گیا اور اس کا کام سیدھا ہو گیا اور اس کے بہت سے پیروی کرنے والے اور مرید پیدا ہو گئے تو اس وقت اس نے اپنی پیروی کرنے والوں اور مریدوں کے لئے اپنی زندگی کے حالات کو اس طرح سے تحریر کیا کہ اس کی پیروی کرنے والے اور اس کے مرید اس کو ایک مقام مقدس الٰہی کا مستحق اور سزاوار سمجھیں ۔ اور اس نے اپنی پیروی کرنے والوں اور مریدوں کے سامنے اسی بات کا دعویٰ کیا اور اپنی آخری عمر میں اپنی اس سوانح حیات کو لکھ کر اپنے مریدوں کے حوالے کیا اور اس کے پیروی کرنے والے اور مرید سب کے سب اس کو ایک رہبر نابغہ اور خدا کی طرف سے ہدایت کے لئے بھیجا ہوا سمجھتے ہوئے بہت سی چیزیں اس کی زندگی کے حالات میں اضافہ کرتے رہے اور اس بات کو جاننا ان کے نزدیک خرابی کا سبب تھی اسے لوگوں کی نظروں سے چھپاتے رہے اگر چہ ان کا

اعتقاد وہی تھا جو شیخ احمد احسائی نے لکھا تھا اور جس کا اس نے دعویٰ کیا تھا اور یہ افسانہ جس پر آقائے لیقوانی نے یہ فیصلہ دیا ہے بہت ہی معمولی ہے اس کے بعد جو افسانے اس نے بیان کئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ غیر معمولی ہیں۔

محیط زندگی شیخ

کسی انسان کی شخصیت کو بنانے میں محیط زندگی اور ماحول انتہائی موثر ہوتا ہے۔ شیخ احمد احسائی کا ماحول یا محیط زندگی خود اس کی تحریر کے مطابق ایک انتہائی آلودہ اور فاسد ماحول تھا اور اس ماحول میں کسی بھی طرح کا امر بالمعروف یا نہی از منکر اور دینی تبلیغ کا وجود نہیں تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

" و کان اهل بلدنا فی غفلة و جهل لا یعرفون شیئاً من احکام الدین . بل کل اهل البلد ء صغیر هم و کبیرهم لهم مجامع، یجتمعون فیها . بالطبول و المزمور، والملاهی . والغنا والعود والطنبور، وکنت مع صغری ، لا اقدر اصبر عن الحضور معهم ساعة و عندی من المیل الی طرفهم مالا اکاد اصفه و ابکی وحدی شوقا الی ما انخلیه من افعالهم . حتیٰ اکاد اقتل نفسی و اذا خلوت وحدی . اخذت فی التفکر والتدبر وبقیت علی هذه الحال . سیرة الشیخ احمد الاحسائی ص 11

یعنی ہمارے قریہ کے آدمی غفلت اور جہالت میں غرق تھے اور انہیں احکام دین کی کچھ بھی معرفت نہیں تھی بلکہ تمام قریہ کے لوگ چھوٹے بڑے خاص مجامع میں طبل و مزمار ستار و طنبور و رباب وغیرہ جمع ہوتے تھے اور میں چونکہ ابھی چھوٹا سا بچہ ہی تھا ایک ساعت کے لئے بھی ان کے ساتھ رہنے سے صبر نہیں کر سکتا تھا اور مجھے ان کے ساتھ رہنے کا اتنا شوق تھا

کہ میں اس کو بیان ہی نہیں کرسکتا اور تنہائی میں ان کے افعال کے خیال کے شوق میں روتا رہتا یہاں تک کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں خود کو ہلاک کرڈالوں ۔اور جب میں تنہائی میں تخلیہ کرتا تھا تو تفکر و تدبر کرتا تھا اور بچپنے میں میری حالت اسی طرح تھی یہ تھا شیخ احمد احسائی کا محیط زندگی اور ماحول اور اس کا حال جو اس نے خود بیان کیا ہے اور جیسا کہ ہم نے سابق میں لکھا ہے کہ اس کے فرزند شیخ عبداللہ نے اور اس کی پیروی کرنے والوں نے چونکہ شیخ کو ایک رہبر نابغہ اور خدا کی طرف سے ہدایت کے لئے بھیجا ہوا مانا تھا اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں کیونکہ ان باتوں کا ذکر کرنا خدا کی طرف سے بھیجے گئے رہبر کے لئے مناسب نہ تھا لہذا اس کو ترک کردیا ۔ چنانچہ شیخ عبداللہ نے اس مطلب کو جسے خود شیخ نے اپنے حق میں بیان کیا ہے اس طرح لکھا ہے

”و نیز می فرمود که قریه' که مسکن ما بود اهلش را بملاهی و معاصی حرص تمام بود واحدی درمیان ایشاں نبود که امر بمعروف و نهی از منکر یا دعوتی بسوی خداوند نماید۔ و چیزی از احکام و حلال از حرام نمی دانستند۔ وچنانچه بلهو و لعب خویش مشغول و حریص بودند که آلات لهو خویش را بردر خانه ها میا ویختند و بدانها بر یکدیگر تفاخر می نمودند۔ و مر ایشاں را مجمع هائے خاص بود که همگی جمع آمده مشغول بانواع ملاهی و اقسام مناهی میشدند و از طبل و مزمار و طنبور و تار و رباب و عود و انواع سرور هیچ یک را فرو گذار نمی نمودند۔

ومن چوں بر مجلس ایشاں می گذشتم در گوشه'

باطفال می نشستم۔ تنم درمیان تنها بود و روحم متعلق بعالم بالا چوں تنها می شدم خلوتی گذیده بفکرت فرو میرفتم و بحال خویش میگریستم و نفس خود را بر معاشرت ایشاں و مجاورت ایناں ملامت می کردم و گاه می شد که می خواستم خود را هلاك نمایم باآنکه ابداً نمیدانستم که اعمال حرام است یا حلال۔ لکن بالطبع و الذات از آں افعال و صفات متنفر و منزجر بودم۔ رسالہ شرح احوال شیخ احمد ص 5-6

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ بستی جو ہماری سکونت گاہ تھی اس میں رہنے والے لوگوں کو ملاحی اور معاصی کی طرف بہت حرص اور میلان تھا اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو امر المعروف اور نہی از منکر کرے یا خداوند تعالی کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور وہ حلال وحرام کے احکام سے قطعاً بے بہرہ تھے اور چونکہ وہ اپنے لہو ولعب میں مشغول اور حریص تھے لہذا انہوں نے اپنے لہو ولعب کے آلات کو اپنے گھر کے دروازوں پر لٹکایا ہوا تھا اور وہ ان کے ذریعے ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے اور ان کے مجمع ہائے خاص تھے جس میں وہ سب کے سب اکٹھے ہو کر انواع ملاہی و اقسام مناہی میں مشغول ہو جاتے تھے اور طبل و مزمار وطنبور و تار و رباب و عود اور انواع سرور میں سے کسی کو فروگذار نہیں کرتے تھے۔

اور میں جب ان کی مجلس کے پاس سے گزرتا تھا تو بچوں کے ساتھ ایک کونہ میں بیٹھ جاتا تھا میرا جسم تو ان کے جسموں کے درمیان ہوتا لیکن میری روح عالم بالا سے متعلق رہتی تھی جب میں تنہا ہوتا تو خلوت میں فکر میں ڈوب جاتا تھا اور اپنی حالت پر رویا کرتا تھا اور اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے ساتھ معاشرت رکھنے اور ان کے ساتھ رہنے پر ملامت کیا کرتا اور کبھی تو ایسا ہوتا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ خود کو ہلاک کر ڈالوں۔ باوجود اس کے قطعی طور پر

مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ اعمال حرام ہیں یا حلال ہیں لیکن میں باطبع اور بالذات ان افعال سے نفرت کرتا تھا۔

دوران تحصیلی شیخ

سابقہ اوراق میں بیان کیا جاچکا ہے کہ شیخ احمد الاحسائی نے یہ کہا ہے کہ وہ پانچ سال کی عمر میں قران کی قرأت سے فارغ ہوگیا انہیں دنوں اس کے رشتہ داروں میں سے ایک بچے نے نحو پڑھنے کا شوق دلایا۔ چنانچہ شیخ نے ایک استاد جس کا نام شیخ ادیب محمد بن محسن تھا اور وہ دوسرے گاؤں میں رہتا تھا پوچھا کہ نحو میں کونسی کتاب پڑھنی چاہیے۔ اس نے عوامل جرجانی کا نام لیا۔ جب شیخ کے والد کو معلوم ہوا کہ اس کے بیٹے کو نحو پڑھنے کی خواہش ہے تو اس نے اس کو معلم کے پاس بھیج دیا۔ جیسا کہ اس نے خود لکھا ہے کہ:

" فلما كان من الغد ارسلني مع شئي من النفقة الىٰ البلد فيها الرجل العالم اعني الشيخ محمد بن الشيخ محسن . واسمها القرين و وضع مع ذالک الصبي تقدم ذكره . وهو الشيخ احمد رحمه الله فكان شريكي في الدرس عندالشيخ محمد . سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 13

"یعنی دوسرے دن مجھے کچھ خرچہ دے کر اس گاؤں میں جس میں وہ مرد عالم رہتا تھا یعنی شیخ محمد بن شیخ محسن ساکن تھا بھیج دیا اور اس گاؤں کا نام قرین تھا اور اس نے مجھے اس بچے کے ساتھ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے اور جس کا نام شیخ احمد تھا بٹھا دیا پس وہ بچہ شیخ محمد کے پاس میرے ساتھ شریک درس تھا اور میں نے اس کے پاس کتاب عوامل واجرومیہ پڑھی

یہ تو وہ بیان ہے جو شیخ احمد احسائی نے خود اپنے رسالہ سیرۃ الشیخ احمد احسائی میں لکھی ہے۔ لیکن شیخ عبداللہ نے اپنے باپ کے اس بیان میں اضافہ کرتے ہوئے اس طرح

لکھا ہے:

" الغرض بامداوال مرا نزد شیخ محمد بن شیخ محسن فرستاد و شیخ نیز مرا باهماں طفل بمناسبت خویشی همدرس نمود۔ کتاب اجرومیه و عوامل را نزد وی بانجام رسانده بتحصیل علوم دیگر پرداختم لیکن در اثنائے طلب چوں شفای قلبی حاصل نشد باطنا منصروف گشته و لی ظاهراً مشغول بودم و درنفس خود داعیها بدوں داعی خارجی مشاهده می نمودم و قلق و اضطراب دردل خود می یافتم و همواره طالب خلوت و مائل عزلت بودم و بیابان را دوست می داشتم و از مجاورت خلق و معاشرت ایشاں مستوحش و پریشان بودم و پیوسته در اوضاع روز گار فکرت نمودم عبرت میں گرفتم۔ شرح احوال شیخ احمد ص 8-9

الغرض میرے باپ نے مجھے صبح ہی صبح شیخ محمد بن شیخ محسن کے پاس بھیج دیا اور شیخ محمد نے مجھے رشتہ دار ہونے کی مناسبت سے اس لڑکے کا ہم درس بنا دیا۔ کتاب اجرومیہ اور عوامل کو اس کے پاس پڑھا اور دوسرے علوم کے حاصل کرنے میں لگ گیا لیکن اثنائے طلب میں چونکہ شفای قلبی حاصل نہ ہوئی باطنی طور پر اس سے دل بھر گیا لیکن ظاہری طور پر مشغول رہا اور اپنے دل میں داعیہ ہائے خارجی کے علاوہ دوسرا داعیہ ھا مشاہدہ کرنے لگا۔ اور اپنے دل میں ایک طرح کی بے چینی اور قلق و اضطراب محسوس کرتا تھا اور ہمیشہ خلوت کا طالب اور تنہائی کی طرف مائل رہتا اور جنگل بیابان کو دوست رکھتا تھا اور مجاورت خلق اور ان

کی معاشرت سے وحشت محسوس کرتا تھا اور ہمیشہ اوضاع روزگار میں فکر کیا کرتا تھا اور عبرت حاصل کیا کرتا تھا آقائے لیقوانی مذکورہ بیان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

از اظہارات شیخ احمداحسائی معلوم می شود که تا اینجا معلومات ایشاں از رسالہ ھائے اجرومیه وعوامل تجاوزنکرده۔ چوں بعد ازیں دو کتاب ایشاں توجہی بدرس نداشته و آں مطلب را شفا بخش نمیدانسته اگرچه در ظاهری پای درس می نشسته ولی گوش نمی داده است"

(انیست شیخ گری ص15-16)

یعنی شیخ احمد احسائی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک ان کی معلومات رسالہ ہائے اجرومیہ وعوامل سے متجاوز نہ ہوئی تھی۔ چونکہ اس کے بعد ان کی درس کی طرف توجہ نہ رہی اور پڑھنے کو شفا بخش نہ سمجھا اگرچہ ظاہری طور پر درس میں بیٹھا رہا لیکن ادھر سے دھیان ختم کر دیا۔

پہلا خواب تفسیر قرآن در خواب

یہاں تک جو کچھ شیخ نے خود اقبال کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے قرأت قرآن اور کتاب اجرومیہ وعوامل جو نحو میں استاد ہیں سے مدرسہ میں پڑھی ہیں۔ لیکن اس کے بعد شیخ احمد احسائی نے جو کچھ پڑھا وہ کسی مدرسہ یا استاد سے نہیں پڑھا بلکہ اس کی تعلیمات کا سلسلہ خواب کے ذریعہ آغاز ہو گیا چنانچہ سب سے پہلا خواب جو شیخ نے دیکھا وہ اس کے بیان کے مطابق اس طرح ہے۔

" و رایت فی المنام رجلاً کاملاً کانه من ابناء الخمس

والعشرين سنة ، اتى الى و عنده كتاب فاخذ يعرف لى قوله تعالىٰ ۔ الذى خلق فسوى، والذى قدر فهدى، مثل خلق اصل الشئى يعنى هيولاه، فسوى صورته النوعيه ، قدر اسبابه فهداه الىٰ طريق الخير و الشر، يعنى من هذا لنوع ۔ وان يكن خصوصاً ماذكرته فانتبهت وانا منصرف الخاطر عن الدنيا و عن القراء ت التى يعلمنا ها الشيخ ۔ لانه يعلمنا زيد قائم ، زيدا مبتدا، و قائم خبره ، و بقيت احضر المشائيخ ولا اسمع لنوع ما سمعت فى المنام ، من ذالک الرجل شيئاً و بقيت مع الناس بجسدى ورايت اشيا لا اقدر احصيها ۔ سیرۃ الشیخ احمد احسائی ص 13

یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جوان جس کی عمر پچیس سال تھی میرے پاس آیا اوراس کے پاس ایک کتاب تھی اس نے خداوند تعالیٰ کے قول کی اس طرح تفسیر بیان کی ''الذى خلق فسوىٰ والذى قدر فهدىٰ ''یعنی اصل شے کو پیدا کیا جو ھیولا کی صورت میں تھا پھراس کی نوعی صورت میں بنایا اوراس کے اسباب کو مقدر کیا پھراس کو خیر وشر کی ہدایت فرمائی ۔یعنی اس طرح سے تعلیم دی اور اگر اس خواب میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی تو اس میں کو بیان ہی نہ کرتا ۔پس میں خواب سے بیدار ہوا اور میری دنیا و مافیھا کی طرف سے طبیعت اچاٹ ہوگئی اوران ظاہری علوم سے دل بھر گیا جو شیخ ہم کو پڑھاتا تھا چونکہ شیخ تو ہم کو یہ پڑھاتا تھا کہ زید قائم میں زید مبتدا ہے اور قائم خبر ہے ۔اور میں شیخ کے سامنے حاضر و موجود رہتا تھا اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اس استاد سے ایسی کوئی بات نہ سنتا تھا۔ پس میں لوگوں کے درمیان میں اس طرح سے رہتا تھا کہ میرا جسم تو ان کے درمیان میں ہوتا تھا اور میں بے شمار چیزیں خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ ان کا احصا نہیں ہوسکتا ۔اس خواب کو بیان کرنے کے بعد شیخ کہتا ہے کہ اگر اس خواب میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی تو میں اسے

بیان نہ کرتا۔شیخ احمد احسائی کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ لوگوں کو یہ امر پہنچائے کہ اس خواب کے بعد اس کی تعلیم کا ظاہری سلسلہ ختم ہو گیا اور خواب میں تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

خواب دوم وسوم جوفہم قرآن کو شیخ میں منحصر قرار دیتے ہیں

شیخ احمد احسائی اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھتا ہے:۔

”انی رایت فی المنام ، کانی اریٰ جمیع الناس ساعلون علی السطوح یتطلون لشئی ، فصعدت انا مسطح بیننا ، و اذ النا اری شیئا اتی مما بین المغرب و الجنوب ، و ھو معلق بالسماء بطرف منه ، و طرف آخر متدل کالسرادق و ھو مقبل الینا ، انا والناس کلھم ، وکلما قرب منا، انحط الی جھت السفل ۔ حتی و صل الینا ۔ و کان اسفل مامنه ، ما کان عندی و قبضته بیدی و اما ھو شئی لطیف لا تدرکه ماسة اللمس بالجسم ، الا بالبصر ، وھو ابیض بلوری یکاد یخفی من شدۃ نطافة ، وھو خلق سوجة علی ھئیة نسبح المرع، ولم یصل الیه احد من تلک الخلائق المتطلعین الیه غیری ۔

و رایت لیلة اخری، کان الناس کلھم یتطلعون علی السطوح ۔ کالرویا الاولی۔ الی شئی نزل من السماء و قدسد جھة السماء الا جمیع اطرفه متصلة بالسماء ، ووسطه متخفص ، ولم یصل الیه من تلک الخلائق احد غیری ۔ لان اخفض مافی وسطه المتدلی، ھوالذی وصل الیٰ فقبضته بیدی و ھو غلیظ ثخین ۔ سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 14

شیخ احمد احسائی اپنی خود نوشت سوانح حیات میں کہتا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام خلق چھتوں پر چڑھی ہوئی ہے تا کہ ایک چیز کا مشاہدہ کرے۔ میں بھی اپنے گھر کی چھت کے اوپر چڑھ گیا اس حال میں ایک چیز مغرب سے اور جنوب کے درمیان سے آئی ایک طرف تو اس کی آسمان سے ملی ہوئی تھی اور دوسری طرف زمیں پر لٹکی ہوئی تھی وہ چیز جتنی نزدیک ہوتی جاتی تھی اتنی ہی نیچے اترتی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ چیز ہمارے پاس پہنچ گئی پس اس چیز کا نچلا حصہ میرے قریب آ گیا میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا وہ چیز اتنی لطیف تھی کہ ہاتھ کے ساتھ اسے چھوا نہیں جا سکتا تھا لیکن آنکھوں سے وہ چیز دکھائی دے رہی تھی کہ وہ ایک بلوری جسم ہے اور سفید ہے جو اپنی صفائی کی شدت کی وجہ سے پوشیدہ تھی اور زرہ کے حلقوں کی طرح بنی ہوئی تھی اور میرے سوا وہ چیز کسی کے بھی ہاتھ نہ آئی اور ایک رات اور یہی خواب دیکھا کہ لوگ اسی طرح اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے ہیں کہ ایک چیز کا مشاہدہ کریں میں بھی اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چیز آسمان سے اتری اس کی ایک طرف آسمان سے ملی ہوئی اور درمیانی حصہ ہمارے گھر کے مقابل تھا اور میرے سوا کسی کا ہاتھ بھی اس تک نہیں پہنچا میں نے اس کو پکڑ لیا وہ سخت قسم کا جسم تھا۔

شیخ عبداللہ نے ان دونوں خوابوں کو شرح احوال شیخ احمد احسائی میں بے کم و کاست لکھا ہے اس خواب میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں اول یہ کہ وہ یہ کہتا ہے کہ ''**نزل من السماء** '' یعنی آسمان سے نازل ہوئی دوسرے یہ کہ'' **لم یصل الیہ من تلک الخلائق غیری** '' یعنی اس خلائق میں سے میرے سوا کوئی بھی اسے حاصل نہ کر سکا۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آسمان سے لٹکی ہوئی رسی سے مراد '' حبل مدود'' قرآن ہے گویا شیخ احمد احسائی اس خواب کے ذریعہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے مریدوں اور

پیروی کرنے والوں کو یہ بات سمجھائے کہ تمام خلائق فہم قرآن سے عاجز ہے اور فہم قرآن منحصر ہے شیخ احمد احسائی میں۔ چنانچہ آقائے لیقوانی نے اپنی کتاب ''نیست شیخی گری'' میں یہی نتیجہ اخذ کیا ہے وہ فرماتے ہیں:-

''با توجه باینکه در روایات وارده مقصود از ریسمان اویخته شده از آسمان قران است، وحتی در حدیث معروف ثقلین هم از قرآن به حبل ممدود تعبیر آورده شده است۔ بادیدن این خواب ایشان علم قرآن را بخود اختصاص می دهد۔ و همه را از فهم قرآن عاجر می داند کما اینکه شاگردش حاج محمد کریم خان کرمانی میگوید، خداوند مارا مخصوص کرده است ببرکات سادات ماں یعلم تفسیره چیز هاۓ از آں که در نزد غیر ما یافت نمی شود۔ انیست شیخ گری ص22

اس بات پر توجہ کرتے ہوئے کہ روایات وارده میں آسمان سے لٹکی ہوئی رسی سے مراد قرآن ہے۔ حتیٰ کہ معروف حدیث ثقلین میں حبل ممدود سے تعبیر قرآن لی جاتی ہے۔ یہ خواب دیکھ کر وہ علم قرآن کو خود اپنے ساتھ مخصوص قرار دیتا ہے جیسا کہ اس کے شاگرد حاج محمد کریم خان کرمانی نے کہا ہے خداوند تعالیٰ نے ہمارے سادات کی برکت سے ہمیں علم تفسیر قرآن کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے جو ہمارے غیر کے پاس نہیں ہے۔

خواب چہارم شیخ در ادعائے بلندترین مقام بمقابلہ ہمہ خلائق

شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ میں نے یہ خواب بھی دیکھا ہے:

'' وروی لـی ۔ ایضاً ۔ کان جبلاً عالیاً ، الی عنان السماء و حوله ،

مـن جميع جوانبه . رمال بساله ، و كل الخلائق ، يعالحون في سعوده. ولم يـقـدر احـد مـنهم ان يصعد منه قليلا ، و اتيت انا و صعدته كلمح البصر . بـاسهـل حـر كة الى اعلاه و امثال ذالک من الامور الغربيه التي اعجز من احصائها ". سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 14

شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ میں نے یہ بھی خواب دیکھا ہے کہ جیسے ایک بہت ہی بلند اور اونچا پہاڑ ہے جو ہر طرف سے آسمان سے ملا ہوا ہے اور تمام خلائق اس کے اوپر چڑھنے کی تدبیر میں لگی ہوئی ہے اور کسی کو یہ مقدور نہیں ہے کہ اس پہاڑ کے اوپر ذرا سا بھی چڑھ سکے۔ لیکن میں ایک چشم زدن میں انتہائی سہولت اور آسانی کے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا اور ایسے ایسے عجیب وغریب امور، بہت ہی زیادہ ہیں جو میں نے خواب میں دیکھے ہیں کہ میں خود ان کا احصا کرنے اور ان کا شمار کرنے سے عاجز ہوں۔ اس خواب میں دو امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں اول یہ کہ شیخ کہتا ہے کہ" و كـل الخلائق ، يعالحون في سعـوده. ولـم يـقدر احد منهم "یعنی تمام خلائق اس پہاڑ پر چڑھنے کی تدبیر میں لگی ہوئی ہے اور کسی میں یہ مقدر نہیں ہے کہ اس پہاڑ کے اوپر ذرا سے بھی چڑھ سکے۔

دوسرے یہ کہ شیخ کہتا ہے کہ:

"، و اتيت انا و صعدته كلمح البصر . باسهل حر كة الى اعلاه "
لیکن میں اس پہاڑ کی چوٹی تک آنکھ جھپکنے میں انتہائی سہولت کے ساتھ معمولی سے حرکت سے چڑھ گیا۔

اور یہ اس بلند مقام کا دعویٰ ہے جس کا محمد کریم خان اور اس کے جانشین کرتے ہیں کہ وہ تمام انسانوں سے افضل اور مقام ومرتبہ میں تیسرے نمبر پر ہیں اول پیغمبر۔ دوم سے امام۔ تیسرے رکن رابع یا ناطق واحد کہ کتاب ارشاد العوام کا جزو چہارم اس نے اسی

مطلب کو ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے۔

شیخ احمد احسائی نے یہاں تک جن خوابوں کا بیان کیا ہے ان کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں، شاگردوں اور پیروی کرنے والوں کو یہ باور کرائے کہ تمام خلائق اس کے سوا فہم قرآن سے عاجز ہے۔ دوسرے یہ کہ جامعہ بشریت میں اور خلائق عالم میں کوئی بھی اس کے مرتبہ و مقابل اور اس سے بالا یا ہم پلہ نہیں ہے اور وہ جامعہ بشریت اور خلائق عالم میں سب سے بلند و بالا مقام و مرتبہ کا حامل ہے۔

خواب پنجم آئمہ کو طلب کرنے کی ترکیب معلوم کرنے کے بارے میں

شیخ احمد احسائی ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہے:

" ثم انی رایت لیلة ، کانی دخلت مسجداً فوجدت فیه رجالا ثلاثه ، و شخص آخر یقول لکبیر الثلاثة یاسیدی کم اعیش ، فقلت من هولاء ؟ ومن هذا الذی تسأله ؟

فقال هذا الحسن بن علی بن ابی طالب علیهم السلام فمضیت الیه و سلمت علیه و قبلت یده . توهمت ان الذی معه ، الحسین و علی ابن الحسین ، علیههم السلام .قال هذا علی ابن الحسین و باقر فقلت : انا یا سیدی . کم اعیش ؟فقال : خمس سنین ، او اربع سنین . او قال خمس سنین و اربع سنین. فقلت له الحمد الله .ثم کانی اناوهم قیام فقلت له یاسیدی . اخبرنی بشئی . اذا قراته رایتکم ، فقال لی(کن عن امورک معرضا . وکل الامور الی القضاء) سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص14-15

شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسجد میں داخل ہوا ہوں۔ میں نے وہاں تین آدمی اور ایک اور آدمی کو ان کے پاس دیکھا اس شخص نے ان تینوں آدمیوں سے جو سب سے بزرگ تھا اس سے پوچھا۔ میرے آقا میں کب تک زندہ رہوں گا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہے؟ اس نے کہا یہ حسن ابن علی علیہم السلام ہیں۔ میں ان کے نزدیک گیا اور میں نے ان کو سلام کیا اور ان کے دست مبارک کو چوما۔ اور میں نے یہ گمان کیا کہ دوسرے دو آدمی حسین ابن علی اور علی ابن حسین علیہما السلام ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ علی ابن الحسین اور باقر ہیں۔ میں نے ان سے عرض کی کہ اور کتنا زندہ رہوں گا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پانچ سال یا چار سال یا یہ فرمایا کہ پانچ سال اور چار سال میں نے کہا الحمد للہ۔ اس وقت گویا میں اور وہ کھڑے ہوئے ہیں میں نے عرض کہ کہ میرے آقا مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم فرمائیے کہ جب میں اسے پڑھوں تو آپ کی زیارت سے مشرف ہو جایا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم ان اشعار کو پڑھو جب چاہو گے ہمیں دیکھ لیا کرو گے۔ (كن عن امورك معرضا . وكل الامور الىٰ القضاء) الخ۔

شیخ اس خواب کے ذریعہ اپنے مریدوں، شاگردوں اور پیروی کرنے والوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اس نے آئمہ علیہم السلام کی خدمت میں پہنچنے یا انہیں خواب میں طلب کرنے کی ترکیب سیکھی اور وہ کس طرح سے اتنے بڑے مراتب تک پہنچا جن مراتب عالیہ تک کسی کی بھی رسائی نہ ہو۔

چھٹا خواب آئمہ کو خواب میں دیکھنے کا آغاز ہو گیا

شیخ احمد احسائی اپنی سیرت کی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

" والحاصل : ثم انی بقيت اقرأ الابيات كل ليلة ، و اكررها ، ولا

اراھم ، علیھم السلام ، کم شھر ، ثم انی ۔ استشعرت انه علیه السلام ۔ ما یـریـد منـی قـرأت الابیـات وانـمـا یـریـد الـخلق بمعانیھا ۔ فتوجھت الی الاخـلاص فـی الـعبـاده ، و کثـرة التفکر ۔ والنظر فی العالم و کثرة قراء ة الـقران ، والاعتبار والا استغفار فی الاسحار ، فرایت منامات غریبه عجیبة ، فی السمٰوات و فی الجنات وفی عالم الغیب والبرزخ ، و نقوشاً ، والواناً تبھـر العقول ۔ ثم انفتح لی رؤیتھم ۔ علیھم السلام ۔ حتیٰ انی اکثر اللیالی ۔ والایـام ، اری مـن شـئـت مـنھـم ۔ عـلـیٰ ما اختار منھم الذی اراہ ۔ علیه السـلام ۔ واذا رایـت احـدا منھم ۔ وانتبھت ۔ وانقطع کلامی ۔ قبل تمامه ۔ رجعت فی النوم ، و رایت ذالک الذی رایة عنه منقطع کلامی حتی اتممه "

سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 16-17

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں ان اشعار کو جن کی میں نے خواب میں تعلیم حاصل کی تھی پڑھتا رہا۔لیکن میرے ان اشعار کے پڑھنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ایک وقت میں دل میں یہ بات آئی اس سے ان کی مراد قرأت اور بار بار دھرانا نہیں ہے بلکہ ان اشعار کے مضامین کے مطابق اپنے اخلاق کو ڈھالنا ہے۔پس میں نے عبادت میں اضافہ کر دیا اور غور وفکر شروع کر دیا۔اور قرآن پڑھنے اور اس کے معانی میں غور وفکر کرنے اور صبح کے وقت بہت زیادہ استغفار کرنا شروع کر دیا۔پس میں نے اس کے بعد آسمانوں میں اور زمین میں اور جنت میں اور برزخ میں اور عوالم غیب وشہادت میں نقوش الوان کی صورت میں عجیب و غریب خواب اور چیزیں مشاہدہ کیں کہ جن کو سن کر عقلیں دنگ رہ جائیں ۔اور مجھ پر خواب دیکھنے کا باب کھل گیا۔یہاں تک کہ اکثر راتوں میں ان بزرگوں میں سے جس کو بھی ملنا چاہتا تھا اس کے زیارت کر لیتا تھا اور اپنی حاجت ان سے بیان کر لیتا تھا اور وہ اس کا جواب دیتے

تھے یہاں تک کہ باتوں کے درمیان میری آنکھ کھل جاتی تو میں پھر سوجاتا اور انہیں خواب میں دیکھ لیا کرتا تھا اور وہ اسی مقام سے جہاں پر کلام ختم ہوا تھا اپنے کلام کو انجام تک پہنچا دیتے تھے۔

شیخ عبداللہ پسر شیخ احمد احسائی نے بھی اس خواب کو اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی کے صفحہ 13 پر اسی طرح نقل کیا ہے۔

ساتواں خواب پیغمبرؐ سے ترک دنیا کا مطالبہ

شیخ اپنی خودنوشت کتاب سیرۃ میں لکھتا ہے:

وکنت في اول انفتاح باب الرويا ء رايت الحسن بن علي بن ابي طالب فسالته عن مسئلة فاجابني . ثم كم سنة رايت النبي صلى الله عليه وآله و قلت ياسيدى . اريد منك ان انقطع الدنيا اصلا بحيث لا اعرف فقال هذا اصلح . فشددت عليه في الطلبة . فتغافلني ومضى عني. من حيث لا اشعر . ففشلت عليه ثم وجدته ، وقلت له ، انا اريد منك هذا المطلب فقال لي .يكن بعد حين ، فتغيب عني ، فطلبة ، فوجدته و شددت عليه مرارا، بمرة يقول هذا اصلح ، ومرة يقول بعد حين.

والحاصل اني رايت اكثر الائمة . عليهم السلام . وظني كلهم الا الجواد(ع) فاني متوهم في روبيته فكل من رايت منهم يجيبني في كل ما طلبت الامسئلته الانقطاع . فا ن جوابهم لي فيه كجواب النبي صلى الله عليه وآله . سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 17-18

یعنی خوابوں کا آغاز ہونے کے ساتھ ہی میں نے سب سے پہلے حسن بن علی ابن

ابی طالبؑ کوخواب میں دیکھااور میں نے ان سے چند مسائل دریافت کئے اور انہوں نے ان کے جواب دیئے ۔کچھ سالوں کے بعد میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں پہنچااور میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ اے میرے آقا میری ایک درخواست ہے کہ میں دنیا کو ترک کردوں اس طرح سے کہ لوگ مجھے نہ پہچان سکیں ۔آنحضرت نے فرمایا کہ تم اب جس حالت میں ہو یہ زیادہ بہتر ہے ۔میں نے اپنی درخواست کے لئے مبالغہ کیاتو آپ تغافل فرماتے ہوئے چلے گئے ۔میں آپکو تلاش کرتا رہااور پھر آنحضرت کی خدمت میں پہنچ گیااور اپنے مطالبہ کے لئے اصرار کیاتو آپ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد ممکن ہےاور پھر آپ غائب ہو گئے ۔میں نے پھر تلاش کیااور ان کی خدمت میں جا پہنچااور اصرار کرتا رہااور اپنے مطالبہ کے لئے تکرار کرتا رہاتو آپ کبھی فرماتے کہ تم اس حالت میں زیادہ بہتر ہواور کبھی فرماتے کہ کچھ عرصہ بعد ممکن ہے ۔

شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ احمداحسائی کے صفحہ 14 پر بھی اسی طرح لکھا ہے لیکن رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی نے اس اجمالی خواب کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔

"ایشان تا توانستند در میان خلق نیا مدند و از دنیا و مال و جاه دنیا اجتناب فرمودند و قریب به پنجاه سال در گوشه انزوانشتند و بسیاری از عمر خود را در بیا بانها و کوهها و گوشه ها گزرانیدند .

ھدایت الطالبین ص 115

اوراسے اگلے صفحہ پر اس طرح لکھتا ہے

تاآنکه شب حضرت پیغمبر را صلوات الله علیه وآله بخواب دیدند که فرمود باید بردی و علم خود را که

مابتو انعام کرده ایم درمیان خلق آشکاری کنی که مذاهب باطله در عالم شیوع گرفته است ۔ باید بروی و آں باطلها را سر اندازی ۔ چوں بیدار شدند بسیار ازیں خواب غمگین شدند که باید صبر بر مکایده انزال و معاشرت ارزال کنند باخود خیال کردند که متوسل میشوم بحضرت امیر المومنین علیه السلام که حلال مشکلات است که ایں خدمت را از عهده من بردارند ۔ومرا بریاضت و مجاهده خود باز گذارند ۔ پس متوسل شدند ۔ و حضرت امیررا در خواب دیدند که فرمود که آنچه برادرم پیغمبر صل الله علیه وآله فرموده اند ازاں گریزی نیست باید بروی و علم مارا بمردم برسانی و اصلاح ایں امور فاسده را بنمانی۔ بیدار شدند غمگیں و حیران ۔ باخود خیال کردند که صاحب سماعت و حلم وجود حضرت امام حسن است ۔ علیه السلام ۔ متوسل باں ۔ بزرگوار می شوم و از ایشاں درخواست می کنم که ایشاں شفاعت کنند و ایں خدمت را از عهده من برادرند متوسل شدند و خوابیدند حضرت امام حسن را علیه السلام درخواب دیدند که فرمودند که آنچه جدو پدرم علیهما السلام فرموده اند از آں چارۂ نیست باید بروی وا مر را بانجام برسانی ۔ باز غمگیں و سر گرداں از خواب بیدار شدند باخود گفتند که شفیع جمیع خلائق حضرت امام حسین علیه السلام است و

جمیع امر عالم بواسطه ایشاں بانجام می رسد متوسل بایشاں می شوم شاید ایشاں چارۂ از برائے من کنند۔ متوسل بایشاں شدند درخواست بخدمت حضرت امام حسین علیه السلام رسیدند فرمودند که آنچه جدو پذرو برادر بزرگوارانم فرموده اند تخلف ندارد۔ و چاره از آں نیست باید بروی و امر را باانجام رسانی۔ ودیں را صلاح کنی۔ باز پریشان وحیران از خواب بیدار شدند۔ ودیگر نمیدانم که هریک هریک از آئمه علیهم السلام ایں طور ملتجی شدند وایں جواب را شنید ند یا آنکه بعد بهماں صاحب عصر عجل الله فرجه متوسل شدند۔

خلاصه باز ایشاں را درخواب دیدند و ایشاں هم فرمودند که آنچه اجداد طاهرین فرموده اند هماں است و گریزی از اں نیست باید بروی وامر را بانجام رسانی و تحریف غالین و دعوی مبطلین و کلمات جاهلین را برطرف کنی۔ خلاصه اجازه با وعطا فرموده اند بمهر همه آئمه علیهم السلام که امر تو ممضی است و حکم تو نافذ برو امر را بمرد م برساں۔ ایں بود که آں بزرگوار محنت معاشرت خلق را برخود گذاردند و صدمه منافقین را بر خود هموار کردند و درمیان خلق علم و امر خود را آشکار کردند۔

ہدایت الطالبین ص116 تا 118

ان سے جب تک ہوسکا وہ لوگوں میں نہیں آئے اور دنیا مال و جاہ دنیا سے اجتناب کرتے رہے تقریباً پچاس سال تک گوشہ تنہائی میں گزارا اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ بیابانوں، جنگلوں، پہاڑوں اور گوشہ نشینی میں گزارا۔

یہاں تک کہ ایک رات حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور ہمارے اس علم کو جو ہم نے تم کو انعام کیا ہے اسے لوگوں میں آشکار کرو کیونکہ دنیا میں بہت سے باطل مذہب پھیلے ہوئے ہیں تم جاؤ اور ان باطل مذاہب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو۔ جب وہ بیدار ہوئے تو وہ اس خواب کو دیکھ کر بہت غمگین ہوئے کہ اس طرح ذلیل لوگوں کے مکر اور رذیلوں کے ساتھ معاشرت کرنی پڑے گی اپنے دل میں خیال کیا کہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے متوسل ہوتا ہوں کہ وہ حلال مشکلات ہیں کہ وہ اس خدمت کو میرے ذمہ نہ لگائیں اور مجھے اپنی ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہنے دیں۔ پس وہ متوسل ہوئے اور حضرت امیر کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ جو کچھ میرے بھائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے اس سے گریز کرنا ممکن نہیں ہے۔ تمہیں جانا ہی پڑے گا اور ہمارے علم کو لوگوں تک پہنچانا پڑے گا اور ان امور فاسدہ کی اصلاح کرنی ہوگی۔ پس وہ خواب سے غمگین اور حیرانی کی حالت میں بیدار ہوئے اور دل ہی دل میں خیال کیا کہ صاحب حلم و جود حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں ان بزرگوار سے متوسل ہوتا ہوں اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری سفارش کریں اور مجھ سے اس خدمت کو برطرف کرادیں پس وہ ان سے متوسل ہوئے اور حضرت امام حسن علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ جو کچھ میرے جد بزرگوار اور پدر عالیمقدار نے فرمایا ہے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ تمہیں جانا ہی پڑے گا اور ہمارے امر کو لوگوں تک پہنچانا ہوگا۔ لہذا پھر خواب

سے غمگین اور حیران و پریشان حالت میں بیدار ہوئے ۔دل میں سوچا کہ تمام مخلوقات کے شفاعت کرنے والے امام حسین علیہ السلام ہیں اور تمام عالم کے جملہ امور ان کے واسطے سے انجام پاتے ہیں ۔لہذا میں ان سے متوسل ہوتا ہوں شاید وہ میرے لئے کوئی چارہ کریں ۔پس میں ان سے متوسل ہوا اور ان کی خدمت میں درخواست کی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ میرے جد بزرگوار اور والد گرامی اور میرے بھائی نے فرمایا ہے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے ۔تمہیں جانا ہی پڑے گا اور جو امر تمہیں دیا گیا ہے وہ تمہیں انجام دینا ہوگا اور تمہیں دین کی اصلاح کرنی ہوگی ۔لہذا پھر پریشان و حیران خواب سے بیدار ہوئے اس کے علاوہ مجھے معلوم نہیں کہ پھر وہ آئمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک سے اسی طرح ملتجی ہوئے اور یہی جواب ملا پھر آخر میں حضرت صاحب العصر عجل اللہ فرجہ سے متوسل ہو گئے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ سب سے آخر میں حضرت صاحب العصر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ جو کچھ میرے اجداد طاہرین نے فرمایا ہے وہی ہوگا اس سے گریز ممکن نہیں ہے ۔تمہیں لوگوں کے پاس جانا پڑے گا اور اس امر کو انجام دینا ہوگا اور غالیوں کی تحریف اور باطل مذاہب کے دعووں اور جاہلوں کی باتوں کو رد اور برطرف کرنا ہوگا ۔خلاصہ یہ ہے کہ ان کو تمام آئمہ علیہم السلام کی مہر اور دستخط کے ساتھ اجازہ عطا کیا کہ ہماری طرف سے تمہارا حکم جاری اور تمہارا امر نافذ ہوگا ۔جاؤ اور لوگوں تک ہمارا حکم پہنچاؤ ۔یہ وجہ تھی کہ ان بزرگوار کو لوگوں کے ساتھ معاشرت کی تکلیف اٹھانا پڑی ۔اور منافقین کی طرف سے جو صدمہ پہنچا اس کو برداشت کیا اور لوگوں کے سامنے اپنے علم اور امر کو آشکار کیا ۔

شیخ ان خوابوں سے جو مسئلہ چاہتے تھے معلوم کر لیتے تھے

شیخ احمد احسائی اپنی خودنوشت کتاب سیرۃ میں لکھتا ہے:

" و کنت مدۃ اقبالی سنین متعددہ ما یشتبہ علی شی ۔ فی الیقضہ الا و اتافی بیانہ فی المنام ۔ و اشیاء ما اقدر ضبطھا لکثرتھا ۔ واعجب من ھذا ما اری فی المنام الا علی اکمل ما ارید فی الیقضۃ بحیث یفتح لی جمیع مایوید ادلتہ و یمنع ما یعارضہ ۔ و بقیت سنین کثیرہ علیٰ ھذاہ الحال ۔ حتیٰ عرفنی الناس و اشتغلت بھم عن ذالک الاقبال و السد ذالک الباب المفتوح فکنت الآن ، ما اراھم علیھم السلام الا نادراً من الاحوال ۔ سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 18-19

یعنی میں کئی سال تک ایسے ہی خواب دیکھتا رہا کہ حالت بیداری میں جو مسئلہ مجھ پر مشتبہ ہو جاتا تھا اس کا تفصیلی بیان میرے خواب میں آ جاتا تھا اور میں بہت سی چیزوں کا خواب میں مشاہدہ کیا کرتا تھا جو اتنی کثرت سے میرے مشاہدہ میں آتے تھے کہ میں ان کو شمار نہیں کر سکتا اور ان میں عجیب ترین بات یہ تھی کہ میں حالت بیداری میں جس بات کا ارادہ کیا کرتا تھا خواب میں اسے اکمل ترین صورت میں دیکھ لیا کرتا تھا۔ اس طرح سے کہ وہ تمام باتیں جن کی دلائل تائید کرتے ہوں وہ سب مجھ پر واضح ہو جاتی تھی اور میں نے اپنی زندگی کے بہت سے سال اسی حال میں گزارے یہاں تک کہ لوگوں نے مجھے پہچان لیا اور میں ان کے ساتھ مشغول اور مصروف ہو گیا اور خوابوں کا یہ سلسلہ جو مجھ پر کھلا ہوا تھا بند ہو گیا ۔ اور اب میں ان کو اپنے خواب میں نہیں دیکھتا تھا مگر شاذ و نادر۔

شیخ عبداللہ نے اس آخری بات کو اپنے باپ کی شرح احوال میں بیان نہیں کیا۔

قارئین محترم خود غور فرمائیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اور یہ آخری بات کیوں نہیں لکھی۔ شاید وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ خوابوں کا یہ سلسلہ جس کا دروازہ اس کے باپ پر کھلا ہوا تھا بند ہوجانا لکھے۔

امور نادرہ کے بارے میں ایک خواب

شیخ احمد احسائی اپنی کتاب سیرۃ میں لکھتا ہے:

وکان من جملة هذ الامور النادرة انی رایت امیر المومنین علیه السلام . فی مجلس مشحون من العلماء والاجلاء . فلما اقبلت ، قام علیه السلام فقعدت عندا لنعل ، فقال اقبل ، ماهذا مقامک ، فقمت ، ثم قعدت قریباً . فقال اقبل. لم یزل (ع) یقربنی . حتی اقعدنی فی جانبه . وکان مما سألته هل یجوز. بیع الصبرة ؟ فقال لا . ثم ذکرت له حاجتی . فقال انا مافی یدی شئی فقلت له نعم ، ولکنی اتیت الیک من الذی بینی و بینک. ارید مما اعرف من مقابک عن الله ، فلما قلت له .ذالک ، قال انش (انشاء الله) یکون بعد حین . (سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص۱۹)

اوران امور نادہ میں سے جو میں خوابوں میں دیکھا کرتا تھا ایک یہ ہے کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام بہت سے جلیل القدر علماء کی محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو میری تعظیم کے لئے امیر المومنین علیہ السلام کھڑے ہوگئے ۔ میں اس مقام پر جہاں علماء نے اپنی جوتیاں اتاری ہوئی تھیں بیٹھ گیا ۔ آپ نے فرمایا آگے آؤ یہ تمہارا مقام نہیں ہے ۔ پس میں کھڑا ہوا اور ذرا سا اور آگے ہوکر بیٹھ گیا ۔ آپ نے پھر فرمایا اور آگے آؤ ۔ اس طرح حضرت مجھے برابر قریب سے قریب تر آنے کے لئے

فرماتے رہے کہ اور آگے آؤ اور آگے آؤ۔ یہاں تک کہ آپ نے مجھے اپنے برابر پہلو میں بٹھا لیا۔ اور سب سے پہلا سوال میں نے آپ سے یہ کیا کہ کیا صبرۃ کی خرید و فروخت جائز ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے آپ سے اپنی حاجت بیان کی۔ آپ نے فرمایا اس وقت میں ہاتھ میں کچھ نہیں ہے میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے لیکن میں اس لئے آیا ہوں کہ وہ بات دریافت کروں جو میرے اور آپ کے درمیان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں آپ سے یہ معلوم کروں کہ آپ کا اللہ کے پاس کیا مقام ہے جب میں نے یہ کہا تو آپ نے فرمایا کہ انشا ءاللہ کچھ ہی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔

شیخ عبداللہ نے اپنے باپ کی شرح احوال میں بھی اس خواب کو اسی طرح سے بیان کیا ہے۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 15

شیخ احمد احسائی اس خواب کو گھڑنے کے ذریعہ یہ چاہتا ہے کہ اپنے مریدوں اور پیروی کرنے والوں کو یہ تین باتیں ذہن نشین کرائے کہ اس کو وہ مقام و منزلت حاصل ہے کہ آئمہ اطہار (ع) کے بعد کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ لہذا جس وقت وہ علماء و اکابر سے بھری ہوئی محفل میں داخل ہوا تو امیر المومنین (ع) اس کی تعظیم و تجلیل قدر کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس کو اپنے برابر اپنے پہلو میں جگہ دی۔

دوسرے یہ کہ یہ سوال کر کے کہ کیا بیع صبرہ جائز ہے یا نہیں اور امیر المومنین کا یہ فرمانا کہ جائز نہیں ہے۔ اپنے مریدوں اور پیروی کرنے والوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اس نے مسائل حلال و حرام جائز و نا جائز اور علم فقہ و حدیث و تفسیر اس طرح سے بالمشافہ آئمہ علیہم السلام سے حاصل کئے ہیں اور کسی دنیاوی مدرسے میں کسی بھی استاد سے درس نہیں لیا ہے۔

تیسرے یہ کہ شیخ اپنے اس خواب کو بیان کر کے اپنے مریدوں اور پیروی کرنے والوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اس نے تمام بزرگ علمائے شیعہ و مجتہدین عظام و مراجع

عالیقدر شیعیان جہاں کے برخلاف امیر المومنین کو جو علت فاعلی تمام کائنات قرار دیا ہے یعنی وہ ہی تمام کائنات کے خالق ہیں تو اپنی اس مقام ومنزلت کو خود امیر المومنین نے خواب میں اس سے بیان کیا ہے۔

شیخ احمد احسائی کے تمام خواب وحی والہام تھے

یہ بات سب اہل خبر کو معلوم ہے کہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین کو وحی والہام کی اقسام میں سے ایک قسم خواب ہے۔ شیخ احمد احسائی کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ اس کے یہ تمام خواب خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی والہام تھے جیسا کہ وہ کہتا ہے۔

''وکنت فی تلک الحال . دائما. اری منامات وھی الھامات''

سیرۃ الشیخ احمد احسائی ص 19

''یعنی میں ہمیشہ اسی حال میں رہا۔ ہمیشہ خواب دیکھا کرتا تھا اور میرے خواب سب کے سب وحی والہام ہوا کرتے تھے''۔

اور شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ احمد احسائی میں اس طرح لکھا ہے:

خلاصہ رویای آں والا مقام بر سبیل کشف و الهام بود نه اضغاث احلام و در مقام خدمت هریک از آئمه اطهار علیهم السلام که می خواستند میر سیدند و خواب کافی و شافی با اقسام ادله و براهین میفرمودند که ابداً محتاج بمراجعه و مطالعه کتب نبود و اگر احیاء اً رجوع میفر مود بعینها همان بود که درخواب آزموده بود .

شرح احوال شیخ احمد الاحسائی ص 17

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ ان عالی مقام کے یہ تمام خواب کشف والہام تھے فضول

قسم کے خواب نہیں تھے۔وہ آئمہ علیہم السلام میں سے جس کسی کے پاس چاہتے تھے خواب میں چلے جاتے تھے اور وہ خواب میں کافی وشافی جواب دیتے تھے جو با دلیل ہوتے تھے جس کے بعد کسی کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی اور اگر اتفاقاً کسی کو دیکھ لیا تو اس میں وہی کچھ ہوتا تھا جو اس نے خواب میں دیکھا تھا۔

اور جانشین اول شیخ سید کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں ص16 سے 20 تک شیخ کے علوم کو بیان کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس کے علوم کے بیان کو نام بنام 40 تک شمار کیا ہے اور اس کے چالیس (40) علوم کا بیان کرنے کے بعد کہتا ہے۔

" ولا نشک انه من لدن رب الارباب و تسدید الآئمة الاطیاب "

دلیل المتحیرین ص21

اور اس میں ذرا سا بھی شک نہیں ہے کہ شیخ کے یہ تمام چالیس کے چالیس علوم اللہ کی طرف سے اور آئمہ اطہار کے تسلیم کردہ تھے۔

شیخیہ احقاقیہ کویت شیعوں کو دھوکہ دیتے ہیں

حجۃ الاسلام فاضل العلامہ آقائے محسن الامین العاملی نے اپنی معروف کتاب "اعیان الشیعہ" میں شیخ کے دعوائے وحی والہام پر اعتراض کیا تھا۔لہذا رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت نے اپنی کتاب "عقیدۃ الشیعہ" میں "الانتقاد علیٰ اعتراضات العاملی" کے ضمن میں اس طرح لکھا ہے۔

ولما نقل ترجمة السید الرشتی عن دلیل المتحیرین بطولها فی صفحه ۳۹۴ الی صفحه ۳۹۷ فی کتابه الاعیان انتقد الفاضل العاملی علیٰ ترجمته فی مواقع ثلاثه لا با س بنقلها لبنین انصاف ومیزان فهمه و

مقدار علمه ۔

" الاول ان السيد لما مدح استاذه بانه لم ياخذ علومه من استاذقط ۔ وليس له شيخ معروف معه انه حصل اكثر العلوم النقلية و العقليه ۔ وله في اكثر ها آراء انظار الىٰ ان قال ۔ انما هو من بعض الالهامات و النفث في الروع اومن مثل الكشف والاشراق و نحوذ الک من العنايات الخاصه ۔ انتقد الفاضل العاملي عليه في صفحه ۳۹۷بقوله ۔ دعوىٰ الكشف واللهام والخروج عن ظواهرا الشريعة الي بواطنها بدون برهان قطعي ولا نص جلي لا يقبل الاحتمال ولاتاويل مفسدة ما بعد ها مفسدة ۔ و بسببها كان ضلال بعض الفرق وخروجها عن دين الاسلام

اقول قدتبين لک قبلاً ان الشيخ (قد س سره) لم يدع الكشف والالهام والاشراق في شئي من بياناته و رسائله وانما تلميذه (ره) لما راى ان شيخه لم ياخذ معلوماته من استاد معروف مع تلاطم علومه من اى فن كان فمن محبة وحسن ظنة للشيخيه حمل ذالک على الالهام والنفت في الروع ۔ عقیدہ الشیعہ درضمن الانتقادوعلیٰ ترجمۃ العاملی ص 24 تا 25

یعنی فاضل عاملی نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ کے صفحہ 394 سے صفحہ 397 تک کتاب دلیل المتحیرین سے ترجمہ شیخ کونقل کیا ہےاوراس میں تین مقام پرتنقید کی ہے۔ ہم اسے یہاں پرنقل کرتے ہیں تا کہ فاضل محسن العاملی کاانصاف آشکار ہوجائے اوراس کی عقل وفہم کی میزان معلوم ہوجائے اوراس کےعلم کی مقدارظاہر ہوجائے۔

اور یہ کہ جب کاظم رشتی نے اپنے استاد کی مدح میں یہ لکھا کہ شیخ نے اپنے علوم کو کسی استاد سے حاصل نہیں کیااور نہ ہی اس کا کوئی شیخ معروف تھادرآنحالیکہ اس نے اکثر

علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کیئے اوران علوم میں شیخ کے خاص افکار ونظریات ہیں ۔تو اس نے اپنے شیخ کے حق میں یہ بات کہی ہے کہ اس کے یہ تمام علوم وفنون وحی و کشف الہام تھے اور خداوندتعالیٰ کی خاص عنایات کا نتیجہ تھے ۔

چونکہ فاضل العاملی نے سید کاظم رشتی کی طرف سے اپنے استاد کی مدح میں یہ مطلب دیکھا تو اس نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ کے صفحہ 397 پر یہ تنقید کی ہے کہ دعوائے کشف والہام امور ظاہر شریعت سے باطن کی طرف خروج بغیر کسی عقلی دلیل کے اور نص جلی کے نہ از روئے تاویل قابل قبول ہے نہ از روئے احتمال ۔ یہ ایک مفسدہ ہے جس کے بعد بہت سے مفسدہ ہیں او راس سبب سے بعض لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور دین اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔

رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا علیٰ الاسکوئی الاحقاقیہ کویت فافضل عاملی کے جواب میں کہتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی ہرگز کسی چیز کے لئے دعوائے کشف والہام نہیں کیا ۔نہ کبھی اس نے یہ بات اپنی زبان سے کہی اور نہ ہی کسی رسالہ میں لکھی ہے ۔

ہر صاحب انصاف جانتا ہے کہ فاضل العاملی کے اس بیان سے اس کے انصاف ، اس کے عقل وفہم اور اس کے مقدار علم میں کوئی اشکال ظاہر نہیں ہوا بلکہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت کے بیان سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ وہ شیطان کی طرح شیعوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

شیخ کے تمام خواب معائنہ تھے جس میں غلطی کا امکان نہیں تھا

شیخ احمد احسائی اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھتا ہے:

" فانی اذا خفی علی شئی . رایتہ بیانہ ولو اجمالاً ، ولکنی ، اذا

اتـانـي بيـانـه فـي الطيف ، وانتبهت، ظهرت لي المسئلة بجميع ما يتوقف عليه من الادلة . بحيث لا يخفي علي احوالها . حتي انه لو اجتمعت الناس ، ما مكنهم يدخلون علي شبهة فيها ، فاطلع علي جميع ادلتها .

ولـو اوردوا عـلـي الف مـنـاف، والف اعتراض ، ظهر لي جميع مـحـامـلـهـا و اجوبتها بغير تكليف . وجدت جميع الاحاديث كلها جارية عـلـي طبـق مـا رايت في الطيف لان الذى اراه في المنام معاينةلا يقطع فيه غلط .

واذا اردت ان تـعـرف صـدق كـلامي فانظر في كتبي الحكميه . فـاني في اكثرها ، في اغلب المسائل خالفت جل الحكماء وا لمتكلمين ، فـاذا تاملت في كلامي . راية مطابقاً لاحاديث الآئمة الهدئ عليهم السلام . ولا تـجـد حـديثـاً . يخالف شيئاً من كلامي . و ترى كلام اكثر الحكماء والـمتـكلين مخالفاً بكلامي والاحاديث الآئمة . عليهم السلام . حتي بلغ مـنهـم الـحال ، الئ ان اكثرها ما يعرفون كلام الامام (ع) ولكن اذا اردت البيـان . فانظر بعين الانصاف . لتعرف صحت ما ذكرت فاني ما اتكلم الا بدليل . منهم . عليههم السلام (سیرۃالشیخ احمدالاحسائی ص20)

شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ جب کوئی بات مخفی رہ جاتی تھی تو میں اس کا بیان خواب میں دیکھ لیا کرتا تھا چاہے وہ اجمالی طور پر ہی ہوتا تھا۔ لیکن جب اس کا بیان میں خواب میں دیکھ لیا کرتا تھا اور میں بیدار ہو جاتا تھا تو وہ مسئلہ تمام دلائل اور براہین قاطعہ کے ساتھ ظاہر ہو جاتا تھا اس طرح سے کہ اس کے احوال مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر تمام انسان بھی جمع ہو کر آجائیں کہ اس مسئلہ میں کوئی بھی شبہ میرے سامنے لائیں تو میں تمام

دلائل و براہین کے ساتھ اس شبہ پر مطلع ہو جاتا تھا۔

اور اگر تمام انسان مجھ پر ہزاروں اعتراضات اور ہزاروں اختلافات کی باتیں وارد کریں تو اس کے تمام محامل اور جواب بغیر کسی تکلیف کے ظاہر ہو جاتے تھے اور میں دیکھتا تھا کہ تمام احادیث کلیتاً میرے اس جواب کے مطابق جاری ہیں جو میں نے دیکھا تھا۔ کیونکہ میں جو کچھ خواب میں دیکھا کرتا تھا بالکل معائنہ تھا کہ جس میں غلطی واقع ہو ہی نہیں سکتی۔

اور جب تو یہ چاہے اور ارادہ کرے کہ میرے کلام کی صداقت کو پرکھے تو میری حکمت و فلسفہ کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں کا غور سے مطالعہ کر چونکہ میں نے اپنی اکثر کتابوں میں اکثر مسائل میں جلیل القدر حکماء و فلاسفہ و متکلمین سے اختلاف کیا ہے۔ پس جب تو میرے کلام میں غور کرے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میرا کلام آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی احادیث کے مطابق ہے۔ اور تو ایک حدیث بھی کسی ایک بات میں بھی میرے کلام کے خلاف نہ پائیگا۔ اور اکثر حکماو فلاسفہ و متکلمین کو دیکھے گا کہ وہ میرے کلام اور آئمہ علیہم السلام کی احادیث کے خلاف پائے گا۔ یہاں تک کہ ان کی حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ان میں سے اکثر حکماء و فلاسفہ و متکلمین کلام امام کی معرفت ہی نہیں رکھتے لیکن جب تو میرے کلام کی صحت کے جاننے کے بارے میں ارادہ کرے تو انصاف کے ساتھ غور سے دیکھتا کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کی صحت کے بارے میں معلوم ہو سکے کیونکہ میں کوئی بھی بات نہیں کرتا لیکن صرف اسی دلیل کے ساتھ جس کا علم میں نے آئمہ علیہم السلام سے خواب میں حاصل کیا ہے۔

شیخ عبداللہ نے شیخ احمد احسائی کے اس بیان کو شرح احوال شیخ احمد احسائی میں نقل نہیں کیا ہے کیونکہ اس کے اس کلام سے تمام جلیل القدر حکماء و متکلمین کے تمام کلام سے

اختلاف کرنے کا اظہار ہوتا ہے اور متکلمین سے مراد شیخ صدوق لے کر علامہ مجلسی تک تمام شیعہ علماء بزرگ شامل ہیں اور شیخ کے تمام مرید اور پیروی کرنے والے شیعوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ شیخ نے بھی وہی کچھ بیان کیا ہے جو تمام شیعہ علماء کہتے چلے آئے ہیں۔

لہٰذا اس نے اپنے باپ شیخ احمد احسائی کے اس بیان کو جو اس نے اپنے قلم سے اور اپنے خط سے لکھا تھا ترک کر دیا۔ اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اسے اس بات کا کیسے پتہ چلا کہ اس کا کلام تو امام علیہ السلام کے کلام اور احادیث کے مطابق ہے اور دوسرے تمام حکماء و متکلمین کا کلام امام علیہ السلام کی احادیث کے مخالف ہے اور اس بات کا بیان اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

آخری خواب آئمہ کا اجازے دینا اور ہدایت کے لئے مامور کرنا

شیخ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھتا ہے:۔

ولقد كان بيني و بين الشيخ محمد بن الشيخ حسين بن عصفور البحراني ۔ رحمهم الله ۔ بحث كثير ۔ و اكثر الانكار علي ۔ ثم انصرفنا ۔ فلما جاء الليل ۔ رايت مولاى علي بن محمد الهادى ۔ عليه و على آبائه الطيبين و ابنائهه الطاهرين ، افضل الصلوٰة و ازكى السلام ۔

فشكوف اليه حال الناس ۔ فقال عليه السلام ۔ اتركهم و امضي فيما انت فيه ۔ ثم اخرج الي اوراقاً على حجم الثمن ۔ و قال هذه اجازتنا الاثنا عشر فاخذتها و فتحتها ۔ واذ كل صفحة مصدره ببسم الله الرحمٰن الرحيم ۔ بعد البسمله ۔ اجازه واحد منهم ۔ عليهم السلام و كان مما

آمرونی به . ووعدونی به، ووصفونی علیهم السلام . به مالا یصدق به کل من سمع استعظاماً له . وانی لست اهلاله، حتی انی قلت للبنی صلی الله علیه وآله . من القائل بذالک؟ فقال انا القائل . فقلت یا سیدی . انت تعرفنی . وانا اعرف نفسی انی لست اهلاً لذالک . فلای سبب قلت ذالک ؟ فقال بغیر سبب ! فقلت بغیر سبب؟ فقال امرت ان اقول کذا !

فقال نعم . وامرت ان اقول : ان ابن ابی مدرس من اهل الجنة . وکان رجلاً من اهل بلدنا . من جهال الشیعة . و قال . ایضاً . وامرت ان اقول ان عبدالله الغویدری من اهل الجنة . فقلت : عبدالله العویدری من الجنة؟ فقال لا تغتر بان ظاهره خبیث . فانه یرجع الینا ولو عند خروج روح . سیرۃالشیخ احمدالاحسائی ص20-21

شیخ عبداللہ نے بھی اپنے باپ کے اس خواب کو شرح احوال شیخ احمد احسائی کے صفحہ نمبر 15-16 پر نقل کیا ہے ہم اس کا ترجمہ اس کی خودنوشت سوانح حیات سے ہی نقل کرتے ہیں۔

شیخ کہتا ہے کہ میری شیخ محمد بن شیخ حسین بن عصفور بحرانی کے ساتھ اکثر بحث رہا کرتی تھی اور میں جو کچھ بیان کرتا تھا وہ اکثر اس کا انکار کیا کرتا تھا بحث کرنے کے بعد پھر ہم جدا ہو جاتے ۔جب رات ہوئی تو میں نے امام علی بن محمد الهادی علیه و علی آبائه الطیبین و ابنائه الطاهرین افضل الصلوٰة وازکی السلام " کوخواب میں دیکھاتو میں نے ان سے لوگوں کی حالت کی شکایت کی کہ جو کچھ آپ نے مجھ کوتعلیم دی ہے جب میں ان سے بیان کرتا ہوں تو وہ اکثر انکار کرتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ان لوگوں کو ان کے حال پر

چھوڑ دو اور جو کام تمہیں سپرد کیا گیا ہے تو اس میں لگے رہو پھر آپ نے اپنے پاس سے کچھ ورق نکال کر دیئے جو آٹھ عدد تھے اور فرمایا کہ یہ ہمارے بارہ کے بارہ اماموں کے اجازے ہیں تمہارے لئے ۔ پس میں نے ان آٹھ اوراق کو کھول کر دیکھا تو اس کا ہر صفحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتا تھا اور بسم اللہ کے بعد ہر امام علیہ السلام کا اجازہ تھا اور اس کے بعد جو حکم انہوں نے مجھے دیا تھا اور جو وعدے انہوں نے مجھ سے کئے تھے اور جو صفات وخصوصیات اور تعریفیں اس میں انہوں نے بیان کی تھیں وہ لکھی ہوئی تھیں ۔

اور میری وہ صفات اور تعریفیں اتنی عظیم تھیں کہ جو بھی کوئی انہیں سنے تو اس کی تصدیق نہیں کرسکتا اور سچ بات یہ ہے کہ میں خود بھی اپنے آپ کو ان صفات اور تعریفوں کا مستحق نہیں سمجھتا ۔ یہاں تک کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے پوچھا کہ میری ایسی صفات اور اتنی تعریفیں کس نے بیان کی ہیں اور ان کا بیان کرنے والا کون ہے؟ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ تمہاری یہ صفات اور تعریفیں بیان کرنے والا میں ہوں ۔ میں نے عرض کی میرے آقا آپ مجھ سے واقف ہیں اور میں خود بھی اپنی حالت سے آگاہ ہوں ۔

میں تو ان صفات اور ان تعریفوں کا اہل نہیں ہوں پھر آپ نے میری یہ صفات اور تعریفیں کس سبب سے بیان فرمائی ہیں ؟ تو آپ نے فرمایا بغیر کسی سبب کے بیان فرمائی ہیں ۔ میں نے کہا کہ آپ نے میری یہ صفات اور تعریفیں بغیر سبب کے کیوں بیان فرمائی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے ۔ میں نے کہا کیا واقعاً آپ کو اس کا حکم دیا گیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ابن ابی المدرس جنت میں جائیگا اور وہ ہمارے شہر کے جاہل شیعوں میں سے تھا

اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں یہ خبر دوں کہ عبداللہ الغویدری اہل جنت سے ہے۔ میں نے کہا کہ عبداللہ الغویدری بھی جنت میں چلا جائیگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ نہ دیکھو کا اس کا ظاہر خبیث ہے لیکن وہ ہماری طرف رجوع کرلے گا چاہے خروج روح کے وقت ہی ہم سے رجوع کرے۔

شیخ کے زمانے میں ہی بزرگ شیعہ علماء نے شیخ کے افکار ونظریات کی مخالفت کی

شیخ کے اس بیان سے ایک خاص چیز کا علم حاصل ہوا اس سے پہلے یہ بات معلوم نہ ہوئی تھی اور وہ بات یہ ہے کہ وہ جو کچھ بیان کرتا تھا علمائے بحرین اس کی مخالفت کرتے تھے۔ بحرین کے علماء میں سے ایک شیخ محمد بن شیخ حسین ابن عصفور البحرانی انتہائی شدت کے ساتھ مخالفت کرتے تھے اور ان کے نظریات کے خلاف بہت ہی بحث کرتے تھے۔ اور شیخ کے افکار ونظریات کے انکار پر شدید اصرار کرتے تھے یہاں تک کہ شیخ احمد احسائی نے خواب میں حضرت امام علی الھادی (ع) کی خدمت میں جا کر لوگوں کی شکایت کی کہ آپ نے جو کچھ مجھے سکھایا ہے لوگ اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ بحرین میں جو کچھ بیان کرتا تھا لوگ اسے سن کر مخالفت کرتے تھے اور یہ بات بھی انتہائی تعجب خیز ہے کہ امام علیہ السلام نے اسے خواب میں یہ فرمایا کہ تم ان لوگوں کو اسی حالت میں رہنے دو اور تم خود اپنے کام میں مشغول رہو۔

اور یہ امر بھی خاص طور پر قابل غور ہے کہ امام علیہ السلام نے شیخ کو اپنے پاس سے آٹھ اوراق دیئے جس کے سولہ (16) صفحات ہوتے ہیں یعنی ان 16 صفحات میں سے بارہ صفحات میں تو بارہ آئمہؑ میں سے ہر ایک امامؑ کا علیحدہ علیحدہ صفحہ پر اجازہ لکھا ہوا تھ

اور باقی کے چار صفحات میں شیخ کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مامور ہونے کے احکام تھے اور شیخ کے اوصاف اور اس کے عظیم منصب کا حال بیان کیا گیا تھا اور شیخ کے وہ اوصاف اور منصب اتنا عظیم تھا کہ جو بھی کوئی انہیں سنے اس کی تصدیق نہیں کرسکتا۔اور شیخ خود بھی اپنے آپ کو ان اوصاف اور منصب عظیم کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے شیخ کو مطمئن کیا کہ اس کلام کا کہنے والا میں ہوں۔اور میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے ماموار ہوا کہ تجھے تیرے کار ہدیت کے لئے ماموریت سے آگاہ کروں اور پیغمبر نے ساتھ ہی چند اخبار غیب بھی شیخ کو بتلائے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ امام علی نقی علیہ السلام نے شیخ محمد بن شیخ حسین بن عصفور البحرانی سے مباحثہ کے بعد بارہ آئمہ علیہم السلام کی طرف سے ان کی مہر اور دستخط کے ساتھ شیخ احمد احسائی کو عطا کئے۔

اور شیخ محمد بن شیخ حسین بن عصفور بحرانی وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں روسائے مذہب شیخیہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے شیخ احمد کو اجازہ دیا۔اگر والد شیخ محمد بن حسین بن عصفور بحرانی نے شیخ احمد احسائی کو اجازہ دیا ہوتا تو یہ وقت تھا کہ جب شیخ محمد اس کے نظریات و افکار کی مخالفت اور شدید انکار پر اصرار کررہے تھے تو وہ انہیں کہتا کہ تمہارے باپ نے تو مجھے اجازہ دیا ہے اور تم میری مخالفت کررہے ہو۔لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہ دے سکا اور خواب میں امام نقی علیہ السلام سے لوگوں کی مخالفت کرنے کی شکایت کی۔اس سے ثابت ہوا کہ شیخ نے بزرگ علمائے شیعہ میں سے کسی بھی اجازہ حاصل نہ کیا تھا۔ بلکہ وہ اجازے جو مریدان و تابعین شیخ لوگوں کو دکھائے ہیں وہ سب شیخ کے تابعین اور مریدوں کے ساختہ و پرداختہ ہیں۔

شیخ نے شرح زیارت میں اس سے بھی بڑھ کر دعویٰ کیا ہے

آقائے لیقوانی نے اپنی کتاب ''ایست شیخی گری'' میں ان افسانوی خوابوں کے بارے میں دو احتمال دیئے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

این یک نمونه از افسانه آمیز بودن زندگی شیخ است ۔اگر این مطالب راستی از خود او باشد، کاملاً میرا سند که میخواسته خود را از اول یک انسان فوق العادة و ممتاز معرفی کند۔ از اول دوران کودکی خود را مستحق و سزاوار یک مقام مقدس الٰہی بداند ، همانطور که دیدیم ادعا کرد۔

و اگر ساخته و پرداخته فرزند و مریدانش باشد ، اول او را یک رهبر متفکر، نابغه و فرستاده شده از طرف خدا در نظر گرفته اند سپلس شرح زندگی مناسب بآں مقام نوشته اند۔

ایست شیخ گری ص 10

یہ شیخ احمد احسائی کی زندگی کے افسانہ آمیز ہونے کا ایک نمونہ ہے۔ اگر واقعاً یہ مطالب خود اس نے لکھے ہیں تو اس سے کامل طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے یہ چاہا ہے کہ بچپن کے زمانے سے ہی خود کو ایک مقام مقدس الٰہی کا مستحق وسزاوار جانے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھ لیا ہے اس کا دعویٰ یہی ہے۔ اور اگر یہ سب کچھ اس کے فرزند اور مریدوں کا ساختہ و پرداختہ ہو تو اس کے لئے انہوں نے پہلے اسے خداوند تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہادی اور ایک متفکر و نابغہ رہبر کے طور پر اپنے سامنے رکھا ہے اور اس کے بعد اس مقام مقدس الٰہی

کے مطابق اس کی شرح زندگی تحریر کیے ہیں۔

اگر آقائے لیقوانی شیخ کی شرح زیارت کے صفحہ نمبر 111 پر نظر ڈال لیتے تو وہ احتمال بیان کرنے کی ضرورت محسن نہ کرتے۔اور جو کچھ انہوں نے احتمال اول کی صورت میں لکھا ہے اسے ہی حتمی ویقینی لکھتے چونکہ شیخ نے شرح زیارت میں اس بھی بڑھ کر بیان کیا ہے چنانچہ وہ اس خواب سے پہلے سر اللہ کی حقیقت کو دو اقسام میں تقسیم کرتا ہے۔اس کے بعد سر اللہ کی دوسری قسم کی پھر دو قسمیں بیان کرتا ہے اور قسم دوم کی دوسری قسم کے بیان کو اس طرح کہتا ہے۔

قسم دوئمی قسم دوئم سرا لله

و قسم لا یعلمه احد منهم الا باقبال خاص . و تعلیم خاص غیر ماهو بالاشراق وانبساط الاولی او غیر ماهو من الوجود التشریعی . بل بعنایة سبقت و خاتمة لحقت و ذالک مثل اطلاع شخص منهم علی معرفة المنزلة بین المنزلین فی القدر فان ذالک مما نصّوا علیهم السلام بانه لا یعلمها لا العالم او من علمها ایاه العالم".

شرح زیارت ص 111 سطر 16 تا 18

یعنی سر اللہ کی قسم دوم کی دوسری قسم یہ ہے کہ اسے (انبیاء و رسول و ملائکہ و اوصیاار ان مومنین کے علاوہ جن کے ایمان کا خدا نے امتحان لے لیا ہے) کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اس شخص کے جسے آئمہ علیہم السلام نے بہ نفس نفیس اور اپنی خصوصی تعلیم کے ذریعہ سکھایا ہو اور یہ تعلیم نہ تو تشریعی طریقہ سے ہوتی ہے اور نہ ہی اشراق و انبساط کے ذریعہ ہوتی ہے۔جس کی مثال میں نے سر القدر اول کے درمیان میں سابق میں بیان کی ہے۔بلکہ یہ تعلیم خاص عنایت کے طور پر دی جاتی ہے۔یعنی آئمہ علیہم السلام میں سے کوئی ایک امام بہ

شخص شخیص اور بہ نفس نفیس آ کر منزل بین المنزلین کی معرفت کے مطابق اطلاع دیتا ہے اور بلاشک یہ وہ سر الہی ہے جس کے بارے میں خود آئمہ علیہم السلام نے نص فرمائی ہے کہ اس سر الہی کو کوئی بھی نہیں جانتا مگر عالم یعنی امام علیہ السلام یا وہ شخص جانتا ہے جسے خود امام علیہ السلام نے بہ نفس نفیس اس کے پاس آ کر اسے تعلیم دی ہو۔

شیخ احمد احسائی اس کے بعد لکھتا ہے:۔

''ولقد رایت فی اقبالی و توجھی رویاء عجیبه ملخصاً''

شرح زیارت 111۔112

یعنی میں نے اپنے اقبال اور توجہ کے دنوں میں عجیب وغریب خواب دیکھے ہیں اور اس خواب مذکور کو بیان کیا اور پیغمبر اکرمؐ کی کیفیت و حالت کو بیان کرنے کے بعد ان مکالمات کو بیان کیا ہے جو اس نے اپنی خودنوشت کتاب سیرۃ میں لکھا ہے جس میں عبدالغویدری کے لئے جنت کی بشارت کو بیان کیا ہے۔اور شیخ کا اصل مطلب یہ ہے کہ یہ سب باتیں اسرار الہی ہیں اور مجھے آئمہ علیہم السلام نے خواب میں آ کر بہ نفس نفیس خود اس اسرار و علوم کی تعلیم دی ہے۔

بہر حال شیخ کا اپنی اس خودنوشت سوانح حیات میں آخری کلام یہ ہے کہ وہ لکھتا ہے:۔

" والحاصل ، ان من امور الغریبه تعبیر ما ذکرت الرویاء التی تقدم ذکرھا ، فانه فما لا یحسن بیانه ، خصوصاً للجھال و انا ، فان ، افتریته ، فعلی اجرامی .

الی ھنا کتب بخطه الشریف و قد نقلناه من نسخة نقلت من خطه اعلیٰ الله مقامه . و کتب العبد الضعیف محمد بن محمد بن الحسین

المدعو بالنقی ۔ الشریف فی بلد تبریز و فرغ منه یوم الاربعا ثالث شهر ذی القعدة الحرام من سنة تسعین و مائتین بعد ۱ الف من الهجرة "

سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص ۲۲۔

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ عجیب وغریب امور میں سے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بیان کیا ہے اور جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور اس کا خصوصیت کے ساتھ بیان کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ خصوصاً جہلا کے سامنے اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو اگر میں یہ خواب نے یہ خواب جھوٹ بیان کئے ہوں اور افترا کیا ہو پس اس کا جرم میری گردن پر ہے۔

سیرۃ الشیخ احمد احسائی کی اس سیرۃ کے نقل کرنے والا کہتا ہے:

کہ یہاں تک کہ شیخ احمد احسائی نے خود اپنے خط شریف سے لکھا ہے اور ہم نے اس کو نسخہ سے نقل کیا ہے جو اصل نسخہ سے نقل کیا گیا تھا اور اس کو عبد ضعیف محمد ابن محمد بن الحسین المعروف بہ تقی الشریف نے تبریز میں تحریر کیا ہے اور اس کی تحریر سے یوم الربعا 3 ماہ ذی القعدہ الحرام سن 1290 ھجری کو فارغ ہوا۔

شیخ کی مسافرت اور قیام کرنے کا خلاصہ

شیخ عبداللہ پسر شیخ احمد احسائی نے شیخ کے مذکورہ خوابوں کو شرح احوال شیخ کے پہلے تین ابواب میں بیان کیا ہے۔ اور چوتھے باب میں شیخ کے سفروں اور قیام وسکونت کو وفات کی تاریخ تک قدم بقدم بیان کیا اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

شیخ اپنی تاریخ پیدائش یعنی ۱۱۶۶ھ سے لے کر ۱۲۸۰ تک اپنے وطن احساء میں ہی مقیم رہا۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 20

سن 1208 ھ میں اپنے اہل وعیال اور سارے ساز و سامان کے ساتھ بحرین

چلا گیا اور بحرین میں چار سال قیام کرنے کے بعد 1212 ھ میں عتبات عالیات کا سفر اختیار کیا اور واپسی میں بصرہ میں ٹھہر گئے۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 20

سن 1212 ھجری سے لے کر 1221 ھجری تک بصرہ عراق اور اس کے آس پاس کے قصبوں میں سفر اور قیام وسکونت اختیار کرتا رہا۔

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 20 تا 26

سن 1221 میں مشہد مقدس کی زیارت کے بہانہ سے ایران میں داخل ہوا اور مشہد سے واپسی پر راستے میں 1221 سے 1229 ھ تک یزد میں قیام کیا اور 1229 ھ میں یزد کو ترک کیا اور کرمان شاہ میں قیام کیا۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 26 تا 35

سن 1229 سے 1239 تک شہر کرمان شاہ ایران میں قیام کیا اور 1239 میں کرمان شاہ کو ترک کیا کربلائے معلیٰ عراق چلا گیا (شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 36)

1339 ھ سے لے کر 1241 ھ تک کربلائے معلیٰ عراق میں قیام کیا۔ بروز سوموار 21 ماہ ذی قعدہ الحرام سن 1241 ھ مدینہ کے راستہ میں ھدیہ کے مقام پر وفات پائی۔ خلاصہ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 40

شیخ نے یہ تمام سفر کس لئے کئے

اب ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ شیخ احمد احسائی نے یہ تمام سفر اور کئی شہروں اور مما لک میں قیام وسکونت کیوں اختیار کی۔ احساء سے بحرین تک جانے کا محرک کیا تھا اور بحرین سے بصرہ (عراق) جانے اور وہاں قیام کرنے اور سکونت کا سبب کیا تھا اور بصرہ کے قیام کے دوران گردونواح کے شہروں اور قصبوں میں گھومنے اور تھوڑے تھوڑے عرصے قیام وسکونت اختیار کرنے کی وجہ کیا تھی۔ پھر بصرہ سے یزد (ایران) اور یزد (ایران) سے کرمان شاہ (ایران)

اور کرمان شاہ (ایران) سے کربلائے معلّیٰ (عراق) کس لئے گیا۔ پس اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہم اس زمانے کے سیاسی حالات پر بھی اچھی طرح سے نظر ڈالیں۔

اس زمانہ میں استعمار غرب سلطنت عثمانیہ ترکیہ کو پارہ پارہ کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا

یہ امر تاریخ کے کسی طالب علم سے مخفی نہیں ہے کہ اس زمانے میں استعمار غرب ایک طرف تسخیر ہند کی فکر میں لگا ہوا تھا اور دوسری طرف سلطنت عثمانیہ ترکیہ کو پارہ پارہ کرنے کی فکر میں مصروف تھا لہذا انہوں نے مشرق وسطیٰ کے تمام علاقے میں اپنے جاسوس پھیلائے ہوئے تھے تا کہ یہ جاسوس وہاں پر سورشیں برپا کرائیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے خلاف بھڑکائیں اور مسلمانوں کے درمیان جدید مذاہب پیدا کر کے ان میں تفرقہ اور پھوٹ ڈالیں اور اس طرح ان کی قوت و طاقت کو کمزور کردیں صاحبان علم و خبر لارنس آف عربیا کی داستان سے اچھی طرح واقف ہیں کہ مشرق وسطیٰ کے علاقے میں ایک سنی عالم کی ہیت میں وارد ہوا۔ اس نے اپنا نام بدلا مسلمانوں جیسا نام رکھا، مسلمانوں میں نکاح کیا، بچے پیدا کئے، نماز جماعت کی امامت کراتا تھا۔ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دیتا تھا اور ہر آدمی اس کو علمائے اسلام میں سے سمجھتا تھا اور صاحبان خبر میں سے ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ اس نے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کو پارہ پارہ کرنے میں کیا کردار ادا کیا اور اسی طرح صاحبان علم وخبر کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمفرے نامی شخص نے نجد وحجاز میں ایک جدید مذہب کی پیدائش میں کتنی جدوجہد کی اور محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کو جو وہابیت کے نام سے معروف ہے کس طرح کامیابی سے ہم کنار کیا۔

شیخ احمد احسائی اور محمد بن عبدالوہاب دونوں ہم وطن اور ہم عصر تھے اور شیخ احمد احسائی اور محمد بن عبدالوہاب ایک دوسرے کے پڑوسی اور ہمسایہ تھے۔ کیونکہ شیخ احمد احسائی قریہ مطیرف میں اور محمد بن عبدالوہاب قریہ عیینیہ میں جو قریب قریب واقع ہیں سن 1166ھ تک جو محمد بن عبدالوہاب کا سن وفات ہے کامل طور پر چالیس سال تک ایک ہی علاقہ میں رہے اور یہ بات نا قابل تردید ہے۔ لیکن محمد بن عبدالوہاب با قاعدگی کے ساتھ وہابیت کی تبلیغ کر رہا تھا اور تحریک وہابیت کو فروغ دے رہا تھا لیکن شیخ احمد احسائی باوجود اس کے کہ خود اس کے قول کے مطابق آئمہ طاہرین علیہم السلام نے خواب میں آ کر کار ہدایت انجام دینے کے لئے مامور کیا تھا اور واضح طور پر اسے یہ حکم دیا تھا کہ دنیا میں باطل مذاہب اور غلط عقائد پھیل رہے ہیں تو ان لوگوں کے پاس جا کر ان کو ہدایت کرو اور ان کی اصلاح کرو۔ لیکن اس نے کوئی بھی کام نہیں کیا نہ وہابیت کے ابطال میں کوئی کتاب لکھی نہ اس کے عقائد کی رد کی نہ وہاں پر تعلیمات محمد و آل محمد علیہم السلام کا آغاز۔ کیونکہ اس کا شیعہ ہونا یا سنی ہونا کسی کام نہیں تھا۔ چونکہ محیط زندگی شیخ خود اس کے اپنے قول کے مطابق جو اس نے اپنی کتاب سیرۃ میں لکھا ہے دین سے بیگانہ، حلال و حرام سے بے خبر اور مثل دور جاہلیت تھی۔ لیکن خود شیخ کے اقرار کے مطابق وہ پانچ سال کی عمر میں قرأت قرآن سے فارغ ہو چکا تھا اور قریہ قرین میں اس نے شیخ محمد سے اجرومیہ و عوامل یعنی نحو پڑھی تھی اور اشعار بھی کہہ لیتا تھا یعنی ادیب بن چکا تھا اور اس کا حافظہ اتنا تیز اور اس کی یادداشت اتنی تھی کہ خود اس کے اپنے قول کے مطابق اسے وہ تباہ کن سیلاب جو اس کے دو سال کی عمر میں آیا تھا اور اس نے اس کے گاؤں کے تمام مکانات کو منہدم کر دیا تھا بہتر سال کی عمر میں اب بھی یاد تھا۔ لیکن شیخ نے علم فقہ و حدیث و تفسیر و تاریخ و اصول فقہ اور کوئی بھی دینی علم کسی عالم کے پاس نہ پڑھا تھا نہ کسی شیعہ عالم کے پاس اور نہ ہی کسی سنی عالم کے پاس اور بحرین ایک جزیرہ ہے جو احساء کے قریب واقع ہے

جہاں کی آبادی کی اکثریت شیعہ ہے لیکن اس وقت سے لے کر آج تک وہابی ہی استعمار غرب کی سرپرستی میں حکومت کر رہے ہیں اور وہاں کے لوگ آج تک انسانی اور جمہوری حقوق سے محروم چلے آرہے ہیں۔

لہذا شیخ احمد احسائی کا احساء سے اپنے اہل وعیال اور ساز و سامان کے ساتھ بحرین جانا ہرگز ہرگز وہابیوں کے خوف کی وجہ سے نہیں ہوسکتا۔ پس آل سعود کا نجد و حجاز پر کامل غلبہ ہوگیا تو انکی اور استعمار غرب کی نظریں عراق پر جم گئیں لہذا انہیں عراق کے لئے جاسوس کی ضرورت تھی۔ لیکن استعمار غرب کے جاسوس نجد وحجاز میں سنی علماء کے لباس میں کام کر رہے تھے۔ عراق میں ایسے جاسوسوں کی ضرورت تھی جو شیعہ علماء کی ہیت میں عراق میں داخل ہوں۔ اور شیخ احمد احسائی ایک ذہین آدمی تھا اور عربی ادب سے آشنا تھا لہذا اس کام کے لئے اس سے بہتر کوئی نہیں تھا۔ لہذا سن 1208ھ میں اسے کتب شیعہ کے مطالعہ کے لئے بحرین بھیجا گیا چونکہ بحرین کے کتب خانوں میں فقہ و اصول فقہ و حدیث و تفسیر و تاریخ اور شیعہ علوم کی تمام کتابیں موجود تھیں لہذا تاریخ یہ کہتی ہے کہ شیخ احمد احسائی ایک شیعہ فرد کی حیثیت سے کتاب خانہ ابن ابی جمہور احسائی اور دوسرے کتب خانوں میں کتب شیعہ کے مطالعہ میں مصروف ہوگیا اور نمائندہ برطانیہ کی زیر نگرانی جو بحرین میں مقیم تھا اور والی بحرین کے زیر عنایت جو وہابی تھا مکمل اطمینان کے ساتھ چار سال تک شیعہ کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا اور اس کی اولاد شیخ محمد تقی و شیخ علی نقی و شیخ عبداللہ بھی وہاں شیعہ کتابوں کا مطالعہ کر کے عالم فاضل بن گئے اور چونکہ شیخ احمد احسائی شیعہ حقہ اثناء عشریہ کے صحیح عقائد سے آگاہ نہیں تھا علاوہ ازیں استعمار غرب کا ارادہ یہ تھا کہ ایران و عراق میں عقیدہ تفویض کو رواج دیں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں اور ایک نئے مذہب کی ایجاد کریں لہذا انھوں نے شیخ احمد احسائی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ غلات اور مفوضہ اور صوفیائے شیعہ کا بلا امتیاز

مطالعہ کریں اور حفظ کریں۔ چنانچہ ان کتابوں کا حوالہ کتاب شرح زیارت میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

جب شیخ احمد احسائی شیعوں اور غالیوں ومفوضہ اور صوفیائے شیعہ کی کتابوں کے مطالعہ سے فارغ ہو گیا اور اس نے شیعوں اور غالیوں ومفوضہ اور صوفیائے شیعہ کی کتابوں کو ازبر کرلیا تو اس کی عراق میں ماموریت کا حکم دے دیا گیا۔ لہذا وہ عتبات عالیات کی زیارت کے بہانے سے شیعہ علماء کی بیعت میں 1212ھ میں عراق میں داخل ہوا۔ پس یہ تھا اصل سبب شیخ احمد احسائی کے اھل وعیال و ساز و سامان کے ساتھ احساء سے بحرین منتقل ہونے کا۔

شیخ احمد احسائی نے بصرہ میں قیام کیوں کیا؟

شیخ عبداللہ اپنے باپ کی سوانح شرح احوال شیخ میں لکھتا کہ

پس از چندی با عیال واثقال به بحرین انتقال فرمود۔ و چهار سال اقامت نمود تاآنکه در شهر رجب از سنة یک هزار و دو یست و دوازده (۱۲۱۲) فاطمه بنت علی بن ابراهیم جده فرزند شیخ عبدالله وفات یافت۔ پس از وفات وی عزم عتبات نمود پس از مراجعت در بصره توقف فرمود و عیال را نیز از بحرین بدانجا ارتحال داد۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 20

"پس کچھ عرصہ کے بعد اپنے اہل وعیال اور گھر کے تمام ساز و سامان کے ساتھ بحرین منتقل ہو گئے اور بحرین میں چار سال قیام کیا۔ یہاں تک کہ ماہ رجب سن 1212ھ میں فاطمہ بنت علی بن ابراہیم جدہ فرزند شیخ عبداللہ نے وفات پائی اس کی وفات کے بعد

عتبات کی زیارت کے لئے روانہ ہوااور واپسی پر بصرہ میں ٹھہر گئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بحرین سے بصرہ ہی بلوایا''۔

شیخ کی اس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ شیخ نے عتبات عالیات کی زیارت کے لئے سفر تنہا ہی کیا تھا اور اپنے اہل وعیال کو بحرین میں ہی چھوڑ گیا تھا جب زیارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹا یا وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر واپس آیا تو بحرین یا اپنے وطن احساء نہیں گیا بلکہ راستہ میں بصرہ (عراق) میں ہی ٹھہر گیا اور اپنے اہل وعیال کو بھی بحرین سے بصرہ ہی بلوالیا ۔ حالانکہ عتبات عالیات یعنی کربلا و نجف واشرف میں بزرگ شیعہ علماء و مجتہدین عظام و مراجع عالیقدر شیعیان جہاں کی صحبت میسر آتی اور مومنین کرام اور زوار شیعہ کی ملاقات سے خوشی حاصل ہوتی ۔لہذا مناسب تو یہ تھا کہ اگر بحرین اور احساء واپس نہیں جانا تھا تو اپنے اہل وعیال کو وہیں کربلا و نجف میں بلوالیتا اور وہیں قیام کر کے ایمان کی دولت سے سرشار ہوتا ۔لیکن شیخ تیزی کے ساتھ زیارت کر کے واپس لوٹا اور کربلا و نجف سے لوٹنے کے بعد یہ لازم تھا کہ وہ یا تو اپنے اصلی وطن احساء لوٹ کر جاتا یا بحرین چلا جاتا جہاں پر اس کے اہل وعیال قیام پذیر تھے ۔لیکن شیخ نہ تو اپنے اصلی وطن احساء گیا اور نہ ہی بحرین گیا جہاں پر اس کے اہل وعیال سکونت پذیر تھے ۔ بلکہ واپسی پر بصرہ (عراق) میں ہی ٹھہر گیا ۔لہذا ہر کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ پوچھے کہ شیخ نے راستہ میں ہی بصرہ میں قیام کیوں کیا؟ اور اہل وعیال کو بھی وہیں بلوالیا ؟خصوصاً اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ سر ہارڈ جونز نمائندہ برطانیہ بھی بصرہ میں ہی قیام پذیر تھا اور حکومت برطانیہ کے مفادات کی نگرانی کر رہا تھا اور برطانیہ اور آل سعود کے جاسوس سراسر عراق میں سرگرم عمل تھے جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے جس کا بیان آگے چل کر ہوگا۔

شیخ احمد احسائی کی عراق کے بہت سے شہروں میں گردش کا بیان

شیخ نے اپنے اہل وعیال کوتو بحرین سے بلوا کر بصرہ (عراق) میں ٹھہرایا اور راور خود عراق کے شہروں میں مصروف گردش رہا اور شہر در شہر پھرتا رہا۔ چنانچہ اس کے فرزند شیخ عبداللہ کی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی کے صفحہ 20 سے صفحہ 22 تک شیخ کے سفروں کا خلاصہ اس طرح سے ہے۔

شیخ از کربلا مراجعت کرده در ۱۲۱۲ ھ در بصره قیام کرد ، پس از چندی از بصره به ذورق رفت و تا ۱۲۱۲ در ذروق ماند . و در ۱۲۱۲ ھ در بصره مراجعت کرد . پس از چندی از بصره به حبارات رفت . پس از چندی از حبارات به بصره مراجعت کرد پس از چندی از بصره به تنویه رفت و چندی توقف نموده از تنویه به نشوه که غربی همیں قریه است انتقال فرمود در ۱۲۱۹ ھ به قریه صفاوه ارتحال فرمود و یک سال دریں قریه توقف نمود . مطبوع طبع هما یونش نیفتاد . لاجرم در ۱۲۲۰ اهل و عیال را نزد فرزند خویش شیخ علی نهاده و خود بمصاحبت فرزند دیگر شیخ عبدالله مسافرت فرمودو بقریهٔ از قرای واقعه بر شعبه از شعب شط فرات موسوم بشط الکار . نازل گشته . پس از سه رو ز توقف بزورق نشسته تشریف فرمای سوق الشیوخ شد .

دریں وقت شیخ محمد تقی فرزند آں بزرگوار ساکن آں محل بود۔ شیخ عبداللہ را محض طلب علم نزد او نہادہ خود تشریف فرمای بصرہ شد و منزلے جہت عیال معین فرمود۔ از پئی ایشاں فرستاد پس از ورود ایشاں خود عزم زیارت عتبات عالیات فرمود کہ از آنجا بارض اقدس (مشہد مقدس)شرف شود۔ واین ہنگام سال ہزار و دویست و بست و یک (۱۲۲۱ھ)بود۔ چوں از سوق الشیوں عبور فرمود شیخ عبداللہ نیز بایشاں ملحق گشتہ۔ بسماوہ تشریف برد و از آنجا بسائر عتبات عالیات تا وارد کاظمین گشت۔ شیخ عبداللہ را محض تحصیل بسوق الشیوخ فرستاد خود عزیمت زیارت حضرت رضا علیہ السلام فرمود۔

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص20 تا 22

شیخ احمد احسائی نے کربلا سے لوٹتے ہوئے بصرہ (عراق) میں قیام کرلیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بصرہ سے ذورق چلا گیا اور 1216 تک ذورق میں قیام کیا۔ اور 1216ھ میں واپس بصرہ لوٹ آیا کچھ عرصہ کے بعد ذورق سے تنویہ چلا گیا اور کچھ عرصہ تنویہ میں قیام کیا پھر تنویہ سے نشوہ چلا گیا جو اسی قریہ نشوہ کے مغرب میں واقع ہے اور 1219 میں قریہ صفاوہ چلا گیا و رایک سال تک اسی قریہ میں قیام کیا۔ آپ کی طبع مبارک کو وہاں کا ماحول پسند نہ آیا۔ نا چار 1220ھ کو اپنے اہل وعیال کو اپنے فرزند شیخ علی کے پاس چھوڑ کر اور خود اپنے دوسرے بیٹے شیخ عبداللہ کو ہمراہ لے کر سفر پر روانہ ہوا اور دریائے فرات کی شاخوں میں سے ایک شاخ پر جس کا نام شط الکار ہے جا اترا۔ اس شاخ کے کنارے تین روز قیام کر کے

کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے اور سوق الشیوخ میں جا اترے۔

اس وقت ان بزرگوار کے بڑے بیٹے شیخ محمد تقی سوق الشیوخ میں ہی قیام پذیر تھے شیخ نے اپنے بیٹے شیخ عبداللہ کو شیخ محمد تقی کے پاس طلب علم کے لئے چھوڑ دیا اور خود بصرہ تشریف لے گئے بصرہ میں اپنی عیال کے رہنے کے لئے ایک گھر حاصل کیا اور ان کو وہاں رہنے کے لئے بلوالیا ان کے آنے کے بعد خود عتبات عالیات کی زیارت کا عزم فرمایا کہ پھر وہاں سے ارض مقدس (مشہد مقدس) کی زیارت سے مشرف ہوں اور یہ وقت 1221ھ تھا۔ جب آپ سوق الشیوخ سے گزر رہے تھے تو شیخ عبداللہ بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ وہاں سے سماوہ تشریف لے گئے اور وہاں سے تمام عتبات عالیات کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے یہاں تک کہ کاظمین میں وارد ہوئے اور شیخ عبداللہ کو طلب علم کے لئے سوق الشیوخ بھیج دیا اور خود وہاں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔

یہ شیخ احمد احسائی کے سفروں کا خلاصہ ہے۔ 1212ھ سے 1221ھ تک وہ اس دس سال کے عرصہ میں بصرہ میں اور بصرہ کے ارد گرد قرب و جوار میں نزدیک دور کی بستیوں میں گھومتا رہا اور اس کے بیٹے سوق الشیوخ میں قیام پذیر رہے۔ وہ سوق الشیوخ میں کیوں سکونت اختیار کئے رہے۔ اور شیخ احمد احسائی خود کس لئے بصرہ سے دوسرے قریہ میں پھر اسی قریہ سے پھر بصرہ میں اور بصرہ سے پھر دوسری بستی میں اور اس قریہ سے پھر بصرہ میں۔ اس طرح بصرہ سے ذورق میں پھر ذورق سے بصرہ میں پھر بصرہ سے حبارات میں پھر حبارات سے بصرہ میں پھر بصرہ سے تنویہ میں پھر تنویہ سے نشوہ میں پھر وہاں سے قریہ صفادہ میں پھر یہاں سے دریائے فرات کے کنارے پہنچا اور کشتی میں بیٹھ کر سوق الشیوخ جا اترا۔ اور سوق الشیوخ بصرہ کی طرح ان کا گڑھ بنا ہوا تھا کیونکہ اولاد سوق الشیوخ میں ٹھہری ہوئی تھی خود نے بصرہ کو مرکز بنایا ہوا تھا خود ادھر ادھر گھوم کر بصرہ آتا تھا اور شیخ عبداللہ کو کبھی ساتھ لاتا

تھا کبھی سوق الشیوخ بھیج دیتا تھا۔کیابزرگ شیعہ علماء کی یہ شان ہے؟ کیا بزرگ علمائے شیعہ اس طرح سے گھومتے ہیں ؟ کیا شیخ احمدا احسائی کے فرزند شیخ عبداللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے کہ اسے مجمع عام اور عوام الناس سے نفرت تھی؟لہذا ہر وقت جگہ بدلتا رہتا تھا مگر کوئی جگہ اس کو پسند نہ آئی تھی لہذا دوسری جگہ چلے جاتے یا اس وقت بصرہ اور سوق الشیوخ استعمار غرب اور آل سعود کے جاسوسی کے گڑھ تھے لہذا یہ حضرات ادھر ادھر گھوم پھر کر اور بصرہ اور سوق الشیوخ لوٹ کر رپورٹیں دیتے تھے۔

اب جو کوئی شیخ عبداللہ کے کہنے کا یقین کرنا چاہے وہ اس کا یقین کر لے اور جو کوئی یہ چاہے کہ سعود بن عبدالعزیز کے عراق پر حملوں پر غور کرے تو اس کے لئے اور ہر تحقیق کرنے والے کے لئے چند اقتباسات تاریخ المملکت العربیہ السعودیہ سے یہاں پر نقل کرتے ہیں فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

سعود ابن عبدالعزیز کا عراق پر پہلا حملہ

تاریخ المملکت العربیہ السعودیہ میں امیر سعود بن عبدالعزیز کے اس حملہ کا حال جو اس نے عراق پر کیا تھا اس طرح لکھا ہے:

" فی شهر رمضان المبارک من هذه السنة (۱۲۱۲) قام الامیر سعود ابن عبدالعزیز علی راس قوت کبیر ۔ جمعها نواحی نجد و قصد بها الشمال ۔حیث اَغا ز بها علی سوق الشیوخ فی العراق و قتل عدداً لا یحصیٰ من اهلها و انهزم عدد آخر ۔ و غرقوا فی الشط ثم حاجم الامیر بهذا القوة السماوه ، فحضرة الیه جواسیسه و اخبروه بان عربانا کثیرة قد اجتمعت فی (الا بیض) الماء المعروف قرب السماوه فوجه

الامیر جیوشه و اغارت علیها ۔ (تاریخ المملکۃ السعودیہ ص 69)

یعنی امیر سعود بن عبدالعزیز نے رمضان 1212ھ میں نجد سے ایک بڑا لشکر جمع کیا اور شمال کی طرف روانہ ہوا اور عراق میں سوق الشیوخ پر حملہ آور ہوا اور وہاں پر بے حد و بے حساب و شمار لوگوں کو قتل کیا جو باقی بچے وہ بھاگ نکلے اور دریائے فرات میں ڈوب گئے اس کے بعد امیر سعود سماوہ پر حملہ آور ہوا۔ اس مقام پر اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ بہت سے اعراب ابیض کے مقام پر جو سماوہ کے قریب ایک مشہور و معروف چشمہ ہے جمع ہوئے ہوئے ہیں امیر سعود بن عبدالعزیز اپنے لشکر کو لے کر اس طرح روانہ ہوا اور ان کے اوپر حملہ کر دیا۔

اس مقام پر یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ شیخ احمد احسائی بھی رجب سن 1212ھ میں عراق میں داخل ہوا تھا۔ شیخ بصرہ کے اردگرد قریہ بہ قریہ شہر بہ شہر گشت کر رہا تھا اور اس کے بیٹے سوق الشیوخ میں مقیم رہے۔ بہت سے آدمی قتل کر دیئے گئے اور بہت سے آدمی دریائے فرات میں غرق ہو گئے لیکن شیخ احمد احسائی کے بیٹوں کو خراش تک نہ آئی اور حکومت سعودیہ کے جاسوسوں نے بھی اسی جگہ اطلاع دی کہ عراق اعراب میں جمع ہوئے ہیں یہ جاسوس کون تھے؟ ان کے نام کیا تھے؟ مخفی ہے۔ بہرحال سوق الشیوخ۔ سماوہ۔ چشمہ ابیض اور دریائے فرات کا کنارہ شیخ اور اس کے بیٹوں کا مرکز رہا ہے۔

سعود ابن عبدالعزیز کا عراق پر دوسرا حملہ

اسی تاریخ المملکت العربیہ السعودیہ میں اس طرح لکھا ہے:

" فی سنة 1216 سار الامیر سعود علی راس قوة کبیر جمعها من نجد والعشائر و الجنوب والحجاز و تهامه وغیر ها ۔ و قصد بها العراق ۔

وتمكن جماعة من هذا لقوه من الوصول الى بلدة كربلا ، في شهر ذى القعده من هذه السنة . و حاصروها و تسورو جدرانها و دخلوها عنوة و قتلوا اكثر اهلها في الاسواق والبيوت و خرجوا منها قرب الظهر و معهم اموال كثيرة . وارتحل القوم بعدها الى الماء المعروف باسم الابيض فجمع سعود الغنائم و عزل خمسها و قسم الباقي بين جنوده للراحل سهم والفارس سهمان ثم عاد الى وطنه'' تاریخ المملكۃ السعودیہ ص73

یعنی امیر سعود بن عبدالعزیز نے نجد و حجاز و تہامہ و جنوب وعشائر وغیرہ سے سن 1216ھ میں ایک بڑا لشکر جمع کیا اور عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس لشکر کا ایک حصہ اسی سال ماہ ذی القعدہ میں کربلا پر حملہ آور ہوا اور شہر کربلا کا محاصرہ کر لیا اور شہر کربلا کی فصیل کی دیواروں کو توڑ ڈالا اور شہر کربلا میں داخل ہو گئے اور گلیوں میں بازاروں میں اور گھروں میں داخل ہو کر قتل عام شروع کر دیا اور کربلا کے اکثر لوگوں کو قتل کر ڈالا قتل عام اور لوٹ مار و غارت گری کر کے ظہر کے بعد شہر کربلا سے باہر نکلے اس حال میں کہ وہ غنیمت اور لوٹ کے مال کے طور پر مال کثیر لے کر نکلے۔ اس کے بعد یہ لشکر اس معروف چشمہ جس کا نام ابیض ہے روانہ ہو گیا۔ چشمہ ابیض پر پہنچ کر امیر سعود بن عبدالعزیز نے مال غنیمت اکٹھا کیا اور اس میں خمس (پانچواں حصہ) اپنے لئے نکال کر باقی ماندہ مال غنیمت کو اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا اس طور پر کہ پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دیئے اور اس کے بعد وطن واپس لوٹ آیا۔

یہاں پر یہ بات بھی انتہائی طور پر قابل غور ہے کہ شیخ احمد احسائی جو کربلا کی زیارت کے لئے گیا تھا وہ واقعاً زیارت کے لئے گیا تھا یا وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے اور وہاں کی گلیوں، بازاروں اور گھروں کا نقشہ بنانے کے لئے گیا تھا اور جاسوسی کا فرض ادا کر رہا تھا۔ شاہ سعود ابن عبدالعزیز کے حملے سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

سعود ابن عبدالعزیز کا عراق پر تیسرا حملہ

اسی تاریخ المملکۃ العربیہ السعودیہ میں اس طرح لکھا ہے:-

و فی شهر جمادی الاول سنة ۱۲۲۳ خرج الامیر سعود بن عبدالعزیز من الدرعیة بقوات هائله استنفرها من جمیع نواحی نجد . والاحساء والجنوب و وادی الدواسر و بنیه و انیه والطائف والحجاز و تهامه و قصد نواحی العراق و کانت کربلا اول مدینة وصلها .

تاریخ المملکۃ العربیہ السعودیہ ص 97

یعنی ماہ جمادی الاول سن 1223 میں امیر سعود بن عبدالعزیز نے نجد واحساء اور جنوب کے علاقوں اور وادی داوسر و بنیہ وانیہ و طائف و حجاز وغیرہ سے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور درعیہ سے عراق کی طرف روانہ ہوا ہو گیا اور سب سے پہلے کربلا پر حملہ آور ہوا۔

ہم سابقہ اوراق میں بیان کر آئے ہیں کہ شرح احوال شیخ کے مطابق شیخ 1221ھ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے بہانے سے عراق سے چلا گیا ۔لیکن اپنے بیٹوں شیخ عبداللہ اور شیخ محمد تقی کو سوق الشیوخ (عراق) ہی میں چھوڑ گیا تا کہ وہ ان فرائض کو جو شیخ احمد احسائی نے اپنے ذمہ لے رکھے تھے انجام دیتے رہیں ۔ چنانچہ انہوں نے ان فرائض کو انجام دیا جو امیر سعود ابن عبدالعزیز کے اس حملہ سے ظاہر ہے ۔ ورنہ چھ سات سال کے عرصہ میں دوبارہ کربلا پر حملہ کرنا جبکہ وہ اس وقت تک سنبھلے بھی نہ ہوں گے کیسے ممکن تھا۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان دنوں سر ہارد جونز نمائندہ برطانیہ بصرہ میں قیام پذیر تھا اور حکومت برطانیہ کے مفادات کی نگرانی کر رہا تھا اور بصرہ کا حاکم تھا اور یہ بات بھی آگے چل کر معلوم ہو جائے گی کہ سر ہارڈ جونز اور سر جان میلکم انگلیزی اور شیخ احمد احسائی سن

1808ھ میلادی میں اکٹھے ایران میں داخل ہوئے۔

شیخ کو بصرہ میں فلسفہ وتصوف کی تعلیم دی گئی

یہاں پر ایک بات خاص طور پر ذکر کرنے والی ہے اور وہ یہ ہے کہ انگریزوں کے تفرقہ ڈالنے والی باتوں میں سے ایک نئے مذہب کی ایجاد ہے۔جیسا کہ ہندوستان میں قادیانی یا احمدی مذہب ایجاد کرایا۔لہذا انھوں نے یہ چاہا کہ ایران میں عقیدہ تفویض کو فلسفہ کے جدید دلائل کے ذریعہ مستدل کر کے رواج دیں اور ایران میں شیعوں کے درمیان پھوٹ ڈال کر ان کی قوت کو کمزور کریں ایران میں نوجوان نسل فلسفہ وتصوف کی گرویدہ ہو چکی تھی اور عقیدہ تفویض کو فلسفہ وتصوف کے ذریعے مستدل کر کے رواج دینا آسان تھا جیسا کہ آج عیسائی حضرات حضرت عیسٰی کے بارے میں عقیدہ کو اسی فلسفہ کے ذریعے مستدل کرتے ہیں۔شیخ احمد احسائی نے بحرین میں قیام کے دوران فقہ واصول وحدیث و تفسیر وتاریخ کی کتابوں کے مطالعہ کے علاوہ غالیوں، مفوضہ اور صوفیوں کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا تھا اور انہیں اچھی طرح حفظ کیا تھا چونکہ عقیدہ تفویض کو فلسفہ وتصوف کے دلائل کے ذریعے مستدل کرنا اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو کارہائے ربوبی کے انجام دینے والا قرار دینا آسان تھا لہذا شیخ احمد احسائی کو بصرہ میں رہتے ہوئے فلسفہ وتصوف کی تعلیم دی گئی۔ اگر چہ تمام روسائے مذہب شیخیہ اور اس کی پیروی کرنے والے اس امر سے قطعاً انکاری ہیں کہ شیخ نے فقہ واصول فقہ وحدیث وتفسیر وتاریخ میں کسی استاد سے درس لیا ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ شیخ نے ان علوم کو کسی استاد سے نہیں پڑھا ہے اور ان تمام علوم کو شیخ نے خواب میں آئمہ اطہار علیہم السلام سے حاصل کیا ہے۔لیکن عوامل جرجانی اور اجرومیہ کے شیخ محمد بن الشیخ محسن سے پڑھنے کا اقبال کرتے ہیں اور بصرہ میں قیام کے دوران فلسفہ وتصوف کی تربیت کا

اپنے انداز میں اقرار کرتے ہیں چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان اپنی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام میں سیرۃ الشیخ احمد احسائی سے جو اس نے اپنے خط سے لکھی ہیں نقل کرنے کے بعد اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ اس نے کسی استاد سے درس نہیں پڑھا کہتا ہے کہ یہ بات تم نے خود بھی مشاہدہ کر لی ہے کہ اس مقام پر مطلقاً کسی استاد سے کوئی درس پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے سوائے اس کے جو رسالہ کے شروع میں فرمایا ہے کہ بچپنے میں شیخ محمد بن شیخ محسن سے قریہ قرین میں نحو کی کتابیں اجرومیہ و عوامل پڑھی ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

ولی صاحب تنبیه الغافلین روایتی را می نویسد که بخط مرحوم عالم فاضل حجة السلام معروف تبریزی رحمه الله ابن مرحوم مبرور عالم شهیر و حجته الاسلام بزرگ مرحوم اخوند ملا محمد تقی ممقانی که اجله تلامذه شیخ اوحد اعلیٰ مقامه بوده است دیده و عین روایت این است ،

"و رایت بخط العالم العامل الفاضل الکامل حجته الاسلام المیرزا اسمٰعیل آقا التبریزی سلمه الله ماهذا لفظه"

"عن الشیخ الاوحد الامجد الشیخ احمد الاحسائی اعلیٰ الله مقامه و رفع فی الخلد اعلامه انه لقی فی البصره من اهل الکمال و کان حاکما فی البصره فالتمس الشیخ (ره) منه التدریس فی الحکمة۔ فامتنع ذالک و اعتذر باشتغاله بامر الحکومة۔ فالتمس الشیخ (ره) منه بعد ذالک ان یمخه بکلمات کلیات من الحکمة تکون وصله الیٰ المطالب

الحکمیه علی سبیل الاجمال۔ فقال، " لاتنظر الی الحرکات انظر الیٰ المحرکات۔ لا تنظر الی الاسباب انظر الیٰ المسببات۔ ان الحیوانات تسیرالیٰ الله فی سلسلة العرض و تری الجبال تحسبها جامدة و هی تمر مر السحاب " انتهیٰ۔

قال ایشخ الاوحد رحمه الله فانحل بسماع تلک الکلمات من ذالک الرجل الکامل اکثر المشاکل التی کانت فی بالی فی المطالب الحکمیه وانفتح لی طریق السلوك الیٰ الله فقلت کیف الوصول الیٰ الحق۔ فقال الق الدنیا۔ فخرجت من محبة الدنیا۔ انتهی۔ حرره اسماعیل بن محمد عفی عنهما۔ فہرست کتب مشائخ ص145-146

لیکن صاحب تنبیہ الغافلین ایک روایت نقل کرتے ہیں جو مرحوم عالم فاضل حجتہ الاسلام معروف بہ تبریزی رحمہ اللہ ابن مرحوم مبرور عالم شہیر و حجتہ الاسلام بزرگ مرحوم اخوند ملا محمد تقی ممقانی جو شیخ الاوحد اعلی اللہ مقامہ کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے کے خط سے لکھی ہوئی دیکھی ہے اور وہ روایت اس طرح سے ہے۔

میں نے العالم العامل الفاضل الکامل حجتہ الاسلام المیرزا اسمٰعیل آقا تبریزی کے خط سے لکھی ہوئی یہ روایت دیکھی ہے جو اس طرح سے ہے۔

شیخ الاوحد الامجد الشیخ احمد احسائی اعلی اللہ مقامہ و رفع فی الخلد اعلامہ فرماتے ہیں کہ ان کی بصرہ میں اہل کمال میں سے ایک شخص سے ملاقات ہوئی اور وہ مرد کامل بصرہ کا حاکم تھا۔ پس شیخ نے اس سے فلسفہ پڑھانے کی درخواست کی مگر اس نے امر حکومت کی مشغولیت کی وجہ سے عذر کیا۔ پس شیخ نے اس حاکم بصرہ سے التماس کی کہ کم از کم بطور

خلاصہ اور اشارات چند کلمات کلیات فلسفہ کا اجمالی طور پر اسے سکھائے تا کہ اس کے ذریعہ بطور اجمال مطالب فلسفہ تک اس کی رسائی ہو سکے۔ پس اس حاکم بصرہ نے بطور اجمالی تعلیم دیتے ہوئے کہا کہ حرکات کی طرف نہ دیکھو بلکہ محرکات پر نظر رکھو۔ اسباب کو نہ دیکھو بلکہ مسببات پر نظر رکھو۔ بلا شبہ حیوانات سلسہ عرض میں خدا کی طرف رواں ہیں اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو جو ایک مقام پر جامد کھڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔ شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ جب میں نے اس مرد کامل یعنی حاکم بصرہ سے یہ کلمات سنے تو مجھ پر فلسفہ کے اکثر مشکل مسائل جو میرے لئے لاینحل تھے حل ہو گئے۔ اور علوم کے بہت سے دروازے میرے لئے کھل گئے۔ اس کے بعد شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ میں نے اس مرد کامل سے یہ درخواست کی کہ وہ مجھے سلوک الی اللہ کے طریقہ کی ہدایت کرے۔ وصال کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو اس مرد کامل نے جواب دیا کہ الق الدنیا۔ یعنی دنیا کو ترک کردے۔ پس میں اس مرد کامل کی مجلس سے باہر نکلا اور میرے دل سے دنیا کی محبت بالکل ہی ختم ہو گئی۔

شیخ احمد احسائی فلسفہ وتصوف کی تعلیم کے بعد ایران میں داخل ہوتا ہے

اس مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ شیخ نے بصرہ کے قیام کے دنوں میں حاکم بصرہ سے علم حکمت و فلسفہ وتصوف حاصل کیا جو عقیدہ تفویض کو جدید اور نئے دلائل کے ساتھ رواج دینے کے لئے بہت ہی کارآمد تھا۔ (جیسا کہ نصاریٰ بھی اس زمانے میں عیسیٰ کا خدا و خالق کائنات و رب ہونا اس فلسفہ سے ثابت کرتے ہیں) البتہ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ آیا شیخ احمد احسائی نے خود حاکم بصرہ سے حکمت فلسفہ وتصوف پڑھانے کی درخواست کی جیسا کہ خود اس نے کہا ہے۔ یا حاکم بصرہ نے جو شیخ کے کہنے کے مطابق حاکم بصرہ حکمت

وفلسفہ وتصوف میں مرد کامل تھا خود شیخ کو ایران میں عقیدۂ تفویض اور ایک نیا مذہب ایجاد کرنے کے لئے اسے حکمت وفلسفہ وتصوف سیکھنے کی طرف مائل کیا؟ یہ حاکم بصرہ کون تھا؟ حتماً ویقیناً یہ شیعہ نہیں تھا۔ اور یقیناً اہل بیت اور آئمہ اثنا عشر میں سے بھی کوئی نہ تھا جیسا کہ شیخ اور اس کے مرید اور تمام پیرو کار کہتے ہیں کہ شیخ کی حکمت سراسر حکمت آل محمد ہے کیونکہ انہوں نے خود خواب میں آ کر شیخ کو اس کی تعلیم دی ہے اور سابقہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ شیخ 1221ھ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے بہانے سے عراق روانہ ہوا اور اپنے بیٹوں شیخ عبداللہ اور شیخ محمد تقی کو سوق الشیوخ میں چھوڑ گیا تا کہ وہ ان فرائض کو جن کا شیخ نے ذمہ لے لیا تھا انجام دیتے رہیں۔ چنانچہ انھوں نے ان فرائض کو انجام دیا جو سعود بن عبدالعزیز کے آخری حملہ سے ظاہر ہے۔ اور یہ بات بھی پہلے لکھی جا چکی ہے کہ سر ھارڈ جونز نمائندہ برطانیہ بصرہ میں قیام پذیر تھا اور حکومت برطانیہ کے مفادات کی نگرانی کر رہا تھا اور حکومت برطانیہ کی طرف سے حاکم بصرہ تھا اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ص 152 سے ثابت ہے کہ شیخ 1808 میلادی میں ایران میں داخل ہوا اور تاریخ مختصر ایران سرپرسی سائکس ص 86 سے ثابت ہے کہ سر جان میلکم بھی اسی سال ایران میں داخل ہوا اور تاریخ مختصر ایران سرپرسی سائکس ص 87 سے ثابت ہے کہ سر ہارڈ فور جونز بھی جو بصرہ میں اقامت پذیر تھا حکومت برطانیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے اسی سال ایران میں داخل ہوا۔ بہر حال شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات سے یہاں تک جو کچھ ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی ص 1166ھ سے 1208ھ تک اپنے وطن احساء ہی میں مقیم رہا۔ جہاں کا ماحول بالکل دین سے بیگانہ، حلال وحرام سے قطعی بے خبر اور ایام جاہلیت کی طرح سے تھا۔ ان دنوں میں شیخ نے کوئی کام نہیں کیا۔ خواہ اس کے مریدوں، تابعین اور پیروی کرنے والوں کے قول کے مطابق گوشہ تنہائی میں رہا۔ یا پہاڑوں، جنگلوں اور صحراؤں میں گھومتا رہا۔ یا محمد بن

عبدالوہاب کے ساتھ ہمدم و ہمساز رہا اور اس کی بھر پور طریقہ سے مدد کرتا رہا لیکن پیروان شیخیہ نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور 1208 میں بحرین اپنے اہل وعیال و ساز و سامان کے ساتھ منتقل ہوگیا اور 1212ھ تک بحرین میں مقیم رہا چونکہ اپنے وطن میں نحو پڑھی تھی شعر کہہ لیتا تھا اور ادیب بن چکا تھا لیکن اس نے فقہ و تفسیر و حدیث و تاریخ وغیرہ کی کتاب نہ پڑھی تھی ۔ لہذا شیعہ فقہ و اصول و تفسیر و تاریخ کا مطالعہ کر کے مذہب شیعہ سے آشنائی پیدا کرنے کے لئے بحرین بھیج دیا گیا چنانچہ شیخ احمد احسائی نے بحرین کے کتب خانوں میں ان علوم کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کو حفظ اور ازبر کرلیا ۔ لیکن 1212ھ سے 1221ھ تک بصرہ (عراق) اور بصرہ کے گرد و نواح کی بستیوں میں گھومتا پھرتا رہا مگر اس عرصہ میں اس نے کوئی کتاب نہیں لکھی اور نہ ہی کسی پر اپنے علم کو ظاہر کیا۔ البتہ بصرہ میں حاکم بصرہ سے فلسفہ و تصوف پڑھنے کے بعد 1221ھ میں مشہد مقدس کی زیارت کے بہانے سے ایران میں داخل ہوا اور یزد ایران میں سکونت اختیار کر لی ۔

یہ تمام سفر کرنے کا مقصد کیا تھا؟

آقائے لیقوانی اپنی کتاب ابنست شیخی گری میں لکھتے ہیں کہ:

" از جملہ مطالبی کہ برائے نگارندہ حل نشدہ در شرح زندگی شیخ دقت زیادہ ہم بعمل آمد ولی چیزی دستگیر نشد ، موضوع مسافرت ہائے بیحد و معاشرت او باحکام و زما مداران وقت بود ،

اگر ما حساب کنیم بطور قطع بیشتر از نصف عمرا و در ہنگام راہ پیمائی و مسافرت سپری شدہ یا نبودن و

سائل مسافرت و این همه طول مسافت بچه منظوری اینهمه مسافرت می کرده است .و چند سطر بعد می نویسند که :

یا زیر پرده مأموریت دیگری داشته و کار دیگری میخواسته انجام دهد، آندست که اورا روی کار اورده بود همان دست او را در شهر ها میگردانید . (انیست شیخی گری)

وہ مطالب جو یہ بات لکھنے والے کے لئے حل نہ ہوسکی وہ یہ ہے کے شیخ کے حالات زندگی میں بہت زیادہ غور وخوض کرنے کے باوجود کچھ حاصل نہ ہوسکا ۔اس کی بے حد وحساب مسافرت اور حکام وقت اور زمام داروں کے ساتھ معاشرت اور تعلقات تھے اگر ہم حساب کریں تو بطور قطع اس کی نصف سے زیادہ عمر راہ پیائی اور مسافرت میں بسر ہوئی جبکہ اس زمانے میں اتنے طول وطویل اور لمبی چوڑی مسافتیں آخر وہ کس غرض اور کس مقصد کے لئے کررہا تھا۔اس کے چند سطر بعد لکھتے ہیں کہ:

یا تو وہ زیر پردہ کسی دوسرے کی طرف سے مامور تھا اور کسی اور کی طرف سے یہ کام انجام دے رہا تھا اور اسی غرض اور مقصد کے لئے یہ تمام سفر کر رہا تھا وہی ہاتھ جس نے اسے کام پر لگایا تھا وہی ہاتھ اسے شہر بہ شہر گھمار ہا تھا۔

شیخ کا یزد میں قیام

شیخ عبداللہ اپنے باپ شیخ احمد احسائی کے شرح احوال میں لکھتا ہے کہ

شیخ عبدالله را محض تحصل نیز بسوق الشیوخ فرستاده خود عزیمت زیارت حضرت امام رضا علیه السلام فرمود . عبوراً تشریف فرمائے یزد شد . شرح احوال شیخ احمد احسائی ص22

یعنی شیخ عبداللہ کو محض علم حاصل کرنے کے لئے سبوق الشیوخ بھیج دیا اور خود حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا عزم کر کے روانہ ہوئے اور راستہ میں عبور کرتے ہوئے یزد میں قیام پذیر ہوگئے۔

شیخ عبداللہ اس کے بعد لکھتا ہے کہ:

چوں علماء و فضلاء یزد همگی طریق ارادت پیش گرفته طالب و مائل اقامت آں بزرگوار شدند شیخ وعده مراجعت کرده به مشهد رفت وحسب وعده پس از ادائے زیارت بیزد معاورت کرد و آنجا اقامت فرموده بنائے دعوت نهاد۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص23

جب علمائے وفضلائے یزد نے مل کر بالاتفاق شیخ کے ساتھ عقیدت وارادت کا اظہار کیا اور ان سے یزد میں قیام کرنے کا مطالبہ کیا تو شیخ نے ان سے واپس آ کر سکونت اختیار کرنے کا وعدہ کرلیا اور مشہد کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے اور حسب وعدہ زیارت سے فارغ ہو کر یزد واپس آ گئے اور یزد میں قیام وسکونت اختیار کر کے وہاں پر دعوت وتبلیغ کا آغاز کر دیا۔

شرح احوال شیخ احمد احسائی کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ شیخ نے اس سے پہلے کبھی بھی اور کہیں بھی دعوت وتبلیغ کی بنیاد نہ رکھی اور آئمہ علیہم السلام کی طرف سے ہدایت کے لئے مامور ہونے کے باوجود تبلیغ و دعوت کا اہتمام نہ کیا تھا نہ اپنے وطن احساء میں نہ بحرین میں نہ عراق میں نہ بصرہ میں اور اس کے گردونواح کے دیہات میں اور شہروں میں بلکہ پہلی مرتبہ یزد میں قیام وسکونت اختیار کرنے کے بعد اپنے عقائد وافکار ونظریات کی تبلیغ کا آغاز کیا۔

یزد کے بزرگوں کی مخالفت کی وجہ سے یزد کو چھوڑنا پڑا

سید کاظم رشتی اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں لکھتا ہے:

ولما اشتهر عندالناس بعض مطالبه بما هو غير معروف بقوا يلهعجون به و يستغربون منه . دلیل المتحیرین ص23

یعنی چونکہ شیخ نے جو مطالب وہ اہل یزد کے نزدیک غیر معروف تھے اور وہ ان عقائد سے قطعی طور پر نا آشنا تھے لہذا ان عقائد و افکار ونظریات پر مبنی مطالب کو سن کر اہل یزد نے شور وغوغا کر دیا اور انہوں نے شیخ کے بیان کردہ ان مطالب کو عجیب وغریب قرار دیا۔

شیخ احمد احسائی نے یزد کے قیام سے پہلے اپنے عقائد ونظریات اور اپنے مذہب کی تبلیغ کا آغاز نہ کیا تھا۔ مگر یزد میں جب سید کاظم رشتی اس کے پاس پہنچ گیا اور اپنے کام کے سلسلے ایک اہل آدمی میسر آ گیا تو اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ جونہی کہ شیخ احمد احسائی نے اپنے عقائد ونظریات اور اپنے جدید مذہب کی تبلیغ کا آغاز کیا تمام اہل یزد اس کی تعلیمات کے مخالف ہو گئے اور وہ مجبور ہو گیا کہ یزد کا قیام ترک کر دے اور کسی اور جگہ چلا جائے۔ چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ کرمان اپنی کتاب فہرست کتب مشائخ میں لکھتا ہے

"و بطوریکه در هدایت الطالبین مرقوم میدارند سبب حرکت ایشان از یزد دلگرانی بود که از بعض اکابر یزد پیدا کردند و رنجیده خاطر شدند و در خواب خدمت حضرت امیر علیه السلام رسیدند که امر بحرکت بسوی عتبات عالیات فرمودند"۔ فہرست کتب مشائخ ص167

"جیسا کہ کتاب ہدایت الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کی یزد سے حرکت اور ترک سکونت کا سبب یہ تھا کہ ان کو یزد کے بعض بزرگوں کی طرف سے دلی صدمہ پہنچا تھا جس کی وجہ سے وہ رنجیدہ خاطر ہوئے اور خواب میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے شیخ کو عتبات عالیات کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا"

فہرست کتب مشائخ ص 167

شیخ کا سفر زیارت کے لئے جانا یا آئندہ پروگرام کا سرپوش

اگر ہم شیخ احمد احسائی کے حالات زندگی میں اچھی طرح سے غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ شیخ کا ہر سفر زیارت آئندہ کے پروگرام ایک سرپوش تھا۔لیکن وہ اس کا اظہار اس طرح سے کیا کرتا تھا کہ امام علیہ السلام نے خواب میں آکر اس کے لئے یہ حکم صادر فرمایا ہے لیکن شیخ احساء سے معہ اہل وعیال اور ساز و سامان بحرین گیا اور پھر مڑ کر احساء کی طرف رخ نہ کیا اور چار سال بحرین میں قیام کیا اور بحرین سے عتبات عالیات کی زیارت کے بہانے کربلا گیا اور واپسی پر بصرہ میں ہی ٹھہر گیا اور 9 سال تک بصرہ میں ہی ٹھہرا رہا اور بحرین یا احساء لوٹ کر نہ گیا اور بصرہ سے مشہد مقدس کی زیارت کے بہانے سے ایران میں داخل ہوا اور یزد میں 8 سال تک قیام کیا اور پھر بصرہ کو بھی مڑ کر نہ دیکھا۔اور جیسا کہ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یزد سے بھی حضرت امیر المومنین کے حکم سے عتبات عالیات کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا۔لیکن راستے میں ہی کرمان شاہ ٹھہر گیا اور 10 سال تک کرمان شاہ میں قیام کیا حالانکہ یزد کے لوگ اس کے عقائد ونظریات وافکار وتعلیمات کے مخالف ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت ہی شور وغوغا مچایا لہذا ان سے کبیدہ خاطر ہو کر اور رنجیدہ ہو کر یزد کو چھوڑا تھا۔لیکن شیخ نے یہ بات بنائی کہ امیر المومنین نے اس کو یہ حکم دیا کہ

میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے جاؤں ۔لیکن شاہزادہ محمد علی میرزا کو کس نے خبر دی کہ وہ اس کے استقبال کے لئے کافی دور چل کر آیا اور کرمانشاہ میں قیام کرنے پر اصرار کیا۔

آقائے لیقوانی ''این ھمہ مسافرت چرا''؟ کے زیر عنوان اس طرح سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

یا زیر پردہ ماموریت دیگری داشتہ و کار دیگری میخواستہ انجام دھند ، آندست کہ او را روی کار اوردہ بود ہماں دست او را در شہر ھامی گردانید ۔ ئینست شیخی گری ص43

یعنی یا تو وہ زیر پردہ کسی دوسرے کی طرف سے مامور تھا اور دوسروں کے لئے کام کر رہا تھا وہ ہاتھ جو اس کو بروئے کار لایا تھا۔وہی ہاتھ اس کو شہر بہ شہر گھما رہا تھا۔

شیخ احمد احسائی کے اساتذہ کون تھے

شیخ خود اپنی تحریر کے مطابق پانچ سال کی عمر میں قرآن پڑھنے سے فارغ ہوا اور اس کے اپنے قریہ مطیرف کے قریب ہی ایک قریہ میں اس کا نام قرین تھا شیخ محمد بن شیخ محسن عوامل و اجرومیہ کا نحو میں مطالعہ کیا اور قیام بصرہ کے دوران 1212ھ سے 1221ھ تک حاکم بصرہ سے فلسفہ و حکمت و تصوف و عرفان و سلوک کے اسباق حاصل کئے ۔

لیکن شیخ نے فقہ و اصول فقہ و حدیث و تفسیر میں کسی عالم سے درس حاصل نہیں کیا۔ نہ کسی شیعہ عالم سے اور نہ ہی کسی سنی عالم سے۔

اور خود شیخ کے دعویٰ کے مطابق شیخ نے ان علوم میں کسی سے درس نہیں لیا اور کسی بھی استاد کے آگے زانوئے تلمذ طے نہ کیا بلکہ وہ خواب میں آئمہ اطہار میں سے کسی کو بھی طلب کر کے یا خود ان کی خدمت میں پہنچ کر جو مسئلہ چاہتا تھا ان سے پوچھ لیتا تھا یعنی اس

نے تمام علوم کو وحی و الہام کے ذریعہ حاصل کیا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے:

"و کنت فی تلک الحال ۔ دائماً ۔ اریٰ منامات وھی الھامات"

سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی ص 19

"یعنی میں ہمیشہ اسی حالت میں رہتا تھا کہ خواب دیکھا کرتا تھا اور یہ تمام خواب وحی و الہام ہوتے تھے"

اور سید کاظم رشتی شاگرد ارشد شیخ اس کے علوم کے بارے میں کہتا ہے

" ولا نشک انه من لدن ربه الارباب " (دلیل المتحیرین ص 21)

یعنی ہمیں اس بات میں ذرا سا بھی شک نہیں ہے کہ شیخ کے یہ تمام علوم علم الدنی اور رب الارباب کی جانب سے حاصل شدہ تھے۔

اور شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ احمد احسائی میں اس طرح لکھا ہے:

"خلاصه رویای آں والا مقام بر سبیل کشف و الهام بود نه اضغاث احلام و در مقام خدمت هر یک از آئمه آطهار علیهم السلام که می خواستند می رسیدند و هر مسئله که مشکل یا مشتبه بود می پرسیدند۔ و جواب کافی و شافی با اقسام ادلّه و براهین میفرمودند، که ابداً محتاج بمراجعه و مطالعه کتب نبود و اگر احیانا رجوع میفرمود بعینها هماں بود که در خواب آزموده بود۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 17

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ ان والا مقام کے تمام خواب وحی و الہام کی صورت میں ہوا کرتے تھے یہ اضغاث احلام نہ تھے وہ آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے جس امام کے پاس جانا چاہتے تھے وہ خواب میں جا کر اس سے مل لیتے تھے اور جو مسئلہ بھی مشکل یا مشتبہ ہوتا تھا

وہ پوچھ لیا کرتے تھے اور وہ اس کا دلائل وبراہین کے ساتھ کافی وشافی جواب دیا کرتے تھے جس کے بعد کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ رہتی تھی اور اگر احیاناً وہ کتابوں کی طرف رجوع کرلیا کرتے تھے تو وہی ہوتا تھا جو خواب میں دیکھا تھا''۔

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شیخ نے 1208ھ سے 1212ھ تک بحرین میں قیام کیا اور ابی جمہور احسائی کے کتب خانہ میں اس نے فقہ واصول وحدیث وتفسیر وفلسفہ وتصوف اور دیگر علوم کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور انہیں اچھی طرح حفظ کرلیا تھا لہذا اس غرض سے کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے مریدوں اور پیروکاروں پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس نے تمام علوم دین کو خواب میں آئمہ اطہار سے حاصل کیا تھا اور آئمہ اطہار نے اس کو خواب میں درس دیا تھا اور اس وحی والہام میں ذرا سا بھی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ تا کہ وہ جو کچھ کررہا ہے اس کے مرید اور پیروکار بے چون وچرا قبول کرلیں۔ اسی طرح رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان اپنی کتاب ہدایت الطالبین میں لکھتے ہیں کہ:

''و درمیان ما معلوم و آشکار است که به شیخ عرض کردند که اگر دست ما بشما نرسد اخذ این علم را از که بکنیم فرمودند بگیرید از سید کاظم چرا که او از من علم را مشافهة آموخته است و من از آنمه خود مشافهة آموخته ام و ایشان بے واسط کس از خدا اموخته اند۔ ہدایت الطالبین ص 71

یعنی یہ بات ہم سب کو معلوم ہے اور ہم پر اچھی طرح سے واضح ہے کہ شیخ احمد احسائی سے عرض کی گئی کہ اگر ہم آپ تک نہ پہنچ سکیں اور آپ تک ہماری دسترس نہ ہو تو ہم اس علم کو کس سے حاصل کریں تو آپ نے فرمایا کہ تم اس علم کو کاظم رشتی سے حاصل کرو چونکہ اس نے مجھ سے اس علم کو مشافہتہ حاصل کیا ہے اور میں نے اس علم کو آئمہ علیہم السلام سے

مشاہدۃ حاصل کیا اور انہوں نے خدا سے اس علم کو بلا کسی واسطہ کے حاصل کیا ہے۔

اور رئیس مذہب شیخیہ احقایہ کویت مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی اپنی کتاب بین السائل والمجیب کے اندر لکھتے ہیں:

ما نعلم للشیخ اساتذہ تتلمذ عندھم واللہ العالم

(الدین بین السائل والمجیب ص 110)

یعنی ہمیں کسی ایسے شخص کا علم نہیں ہے کہ جس کے آگے شیخ نے زانوائے تلمذ طے کیا ہو۔ واللہ عالم۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمام تابعین شیخ اور روسائے مذہب شیخیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ شیخ نے ان علوم میں کسی بھی شخص سے علم حاصل نہیں کیا اور کسی کے آگے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا اور اس نے تمام علوم وحی والہام کے ذریعے حاصل کئے۔

شیخ کا کرمان شاہ میں قیام اور تمام فلسفہ وکلام کی کتابوں کی تالیف

شیخ عبداللہ اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں لکھتا ہے کہ:

"پس آں بزرگوار خواهش وی را قبول و پس از دو روز بشهر نزول فرمود و این وقت دویم شهر رجب از سال هزار و دوبست و بست و نه (۱۲۲۹) هجری بود۔

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 35

پس ان بزرگوار (یعنی شیخ احمد احسائی) نے اس (یعنی شاہزادہ محمد علی میرزا) کی خواہش کو قبول کرلیا اور دو روز کے بعد شہر (کرمانشاہ) میں نزول فرمایا اور یہ ماہ رجب سن

1229ھ کا وقت تھا۔

شیخ کرمان شاہ کی اقامت کے دوران شاہزادہ محمد علی مرزا کی حمایت کے زیر سایہ ہر شے سے مستغنی اور بے انتہا نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوا۔ جیسا کہ اس کے فرزند شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ احمد احسائی میں لکھا ہے کہ:۔

'و چند سال دیگر نیز با نہایت جلال و فراغت بال زیست فرمود تا اینکہ شاہزدہ محمد علی میرزا برحمت ایزدی پیوست، پس از وی تمامی نعمتہای آں بلد روی بہ نقصان و زوال آورد کہ گویام تمام بوجود او بستہ بود "۔

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 36

یعنی شیخ نے کئی سال تک انتہائی جاہ وجلال اور فارغ البالی کے ساتھ زندگی بسر کی یہاں تک کہ شاہزادہ محمد علی میرزا کا انتقال ہو گیا اس کے مرجانے کے بعد اس شہر کی تمام نعمتیں ختم ہو گئیں اور وہاں کی تمام نعمتوں کا زوال آ گیا گویا وہ نعمتیں اس کے وجود کے ساتھ ہی وابستہ تھیں۔

شیخ عبداللہ نے اس شہر کی تمام نعمتوں کے ختم ہونے کے بارے میں لکھا ہے کہ گویا وہ تمام شاہزادہ محمد علی مرزا کے وجود کے ساتھ وابستہ تھیں وہ اس کے باپ کے حق میں کاملاً درست ہے چونکہ اس کا تمام جاہ وجلال اور اس کی فارغ البالی حتماً شہزادہ محمد علی مرزا کے وجود کے ساتھ وابستہ تھیں لیکن جب شاہزادہ محمد علی مرزا وفات پا گیا تو اس کی تمام نعمتیں جو شاہزادہ محمد علی مرزا کے وجود کے ساتھ وابستہ تھیں وہ ختم ہو گئیں۔

اور چونکہ شیخ احمد احسائی نے شاہزادہ محمد علی میرزا کے جواب میں رسالہ صومیہ بطریق تفصیل مورخہ 6 رجب 1236ھ میں لکھا ہے۔ لہذا حتماً شاہزادہ محمد علی میرزا سن

1236 میں زندہ تھا اور اس نے تقریباً 1237ھ میں وفات پائی اور اس کی وفات کے بعد شیخ کا کرمانشاہ میں قیام مشکل ہوگیا لہذا حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا قصد کیا تا کہ اب کوئی اور مرکز تلاش کرے۔ لیکن شیخ عبداللہ اپنے باپ کی شرح احوال میں اس طرح لکھتا ہے:

الغرض در سال دویم پس از وفاتش تمامی بلاد ایران را و بایشدت فرا گرفت۔ در ایں اوقات آں بزرگوار بعزیمت زیارت حضرت امام رضا علیہ السلام ارتحال فرمودہ تشریف فرمائے قم گردید و از انجا بقزوین و از آنجا بطہران و در شاہ عبدالعظیم منزل فرمود۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 36

الغرض شاہزادہ محمد علی مرزا کی وفات کے دوسرے سال ایران کے تمام شہروں میں شدت کے ساتھ وبا پھیل گئی اس وقت ان بزرگوار یعنی شیخ احمد احسائی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا عزم فرمایا اور وہاں سے روانہ ہوگئے راستے میں قم میں قیام کیا وہاں سے قزوین تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے طہران آئے اور شاہ عبدالعظیم میں آ کر ٹھہرے۔

شیخ احمد احسائی کی قزوین میں تکفیر کا حال

شیخ عبداللہ کی اس تحریر سے ثابت ہے کہ شیخ احمد احسائی نے تقریباً 1238ھ میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا قصد کیا اور اثنائے راہ میں قزوین میں وارد ہوا۔ قزوین میں ملا محمد تقی برغانی نے شیخ احمد احسائی سے مسئلہ معاد میں سوالات پوچھے اور اس مسئلہ میں اس کے جوابات سن کر اس کی تکفیر کی اور اس کے لئے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔

مگر کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیر ین میں اور شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں شیخ کے اس واقعہ تکفیر کا اور اسے کافر قرار دیئے جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور ایران کے تمام علماء کی طرف سے شیخ کی عزت واحترام کا بڑی شدت کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن جب شیخ کی تکفیر کا حال اور شیخ کو کافر قرار دیئے جانے کا بیان تمام شہروں میں منتشر ومشتہر ہو گیا تو روسائے مذہب شیخیہ کے لئے اس واقعہ کو چھپانا ممکن نہ رہا چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان کتاب فہرست مشائخ عظام میں اس واقعہ کا حال اس طرح لکھتے ہیں:

"تایکی دو سال بآخر حیات ایشاں مانده بود و قضیه' عجیبی پیش آمد که از بزرگ ترین امتحانات خداوند عالم جل شانه دریں آخر الزمان بود"۔

کتاب فہرست مشائخ عظام ص 151 سطر 2-3

"ابھی ان (شیخ احمد احسائی) کی زندگی کے تقریباً دو سال باقی تھے کہ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جو اس آخری زمانے میں خداوند عز وجل کے امتحانوں میں سے ایک امتحان تھا"

اس کے بعد لکھتا ہے

و آں قضیه حکایت تکفیر شیخ بزرگوار بود که در شهر قزوین حادث شد۔ کتاب فہرست مشائخ عظام ص 151 سطر 9

اور وہ قضیہ شیخ بزرگوار کی تکفیر کا قصہ ہے جو شہر قزوین میں واقع ہوا۔

اور اسکے بعد لکھتا ہے کہ:

چیزی که مسلم است و قابل انکار نیست و از مجموع

روایات مختلفه پیدا است ، همانا مسئله تکفیر است که قطعاً واقع شده و و مرتکب اول آں مرحوم ملا محمد تقی برنمانی معروف بشهید ثالث بود(کتاب فہرست مشائخ عظام ص51 سطر 16 تا 19)

یعنی وہ بات جو مسلمہ ہے اور انکار کے قابل نہیں ہے اور مختلف روایات کے مجموعہ سے واضح و ظاہر ہے وہی مسئلہ تکفیر یعنی شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دیئے جانے کا مسئلہ ہے جو قطعی طور پر واقع ہوا ہے اور اس کے مرتکب اول یعنی سب سے پہلے فتوائے کفر دینے والے ملا محمد تقی برغانی معرف شہید ثالث تھے۔

چونکہ شیخ عبداللہ نے اپنے باپ کی شرح احوال میں شیخ کی وفات 21 ماہ ذی القعدہ الحرام سن 1241ھ لکھی ہے۔ملاحظہ ہو شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 40

اور چونکہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان کی کتاب فہرست کتاب مشائخ عظام کے مطابق قزوین کی تکفیر کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ اس کی زندگی کے صرف دو سال باقی تھے لہذا شیخ کی تکفیر کا واقعہ تقریباً 1238ھ میں پیش آیا اور چونکہ شیخ عبداللہ نے اپنے باپ کی شرح احوال شیخ احمد احسائی میں اس طرح لکھا ہے

”دو از دهم ماه شوال بکر مانشاه ارتحال فرمود و یکسال نیز اقامت نمود عازم مجاورت عتبات عالیات گردید“۔

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص38

یعنی 12 شوال کرمانشاہ واپس لوٹے اور وہاں پر ایک سال اور اقامت فرمائی اور اس کے بعد عتبات عالیات کی مجاورت کے قصد سے روانہ ہوئے۔

لہذا اس حساب سے شیخ کی کرمانشاہ میں قیام کرنے اور سکونت کی مدت رجب سن 1229ھ سے شوال 1239ھ تک منتج ہے اور آخری کتاب جو کرمان شاہ کے قیام کے

دوران لکھی وہ جواب شیخ یعقوب اور تمام فلاسفہ کا جواب ہے جس کی تاریخ تحریر فہرست کتب مشائخ کے ص نمبر 238 پر 8 شعبان 1239ھ لکھی ہے۔

پس وہ تمام حقائق جو یہاں تک لکھے گئے ہیں ان سے ثابت ہے شیخ نے کرمان شاہ میں 1229ھ سے 1239ھ تک قیام کیا ہے اور اس نے تمام کتابیں جو فلسفہ و کلام پر مشتمل تھیں کرمانشاہ میں قیام کے دوران شاہزادہ محمد علی میرزا کے سایہ چتر حمایت میں رہتے ہوئے لکھی ہیں اور شیخ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں جو اس نے بخط خود لکھی ہے ان فلسفہ کی کتابوں کے بارے میں اس طرح لکھا ہے۔

"واذا ارادت ان تعرف صدق کلامی فانظرنی کتبی الحکمہ فانی فی اکثرھا فی غلب المسائل خالفت جل الحکماء والمتکلمین "

سیرۃ شیخ احمد احسائی ص 20

یعنی جب تو میرے کلام کی صداقت کو پرکھنا چاہے تو میرے حکمت و فلسفہ کی کتابوں پر نظر کر کیونکہ میں نے ان اکثر کتابوں میں بیشتر مسائل میں جلیل القدر فلاسفہ اور متکلمین کی مخالفت کی ہے۔ اور شیخ کی جلیل القدر حکماء و فلاسفہ سے مراد ملاصدرا وغیرہ ہیں اور جلیل القدر متکلمین سے اس کی مراد شیخ محمد یعقوب کلینی و شیخ صدوق و شیخ مفید و شیخ طوسی سے لے کر علامہ مجلسی تک کے تمام بزرگ علمائے شیعہ مراد ہیں اور ان کتابوں کی تاریخ تحریر ان کتابوں کے آخر میں لکھی ہوئی ہے جو کتاب فہرست کتب مشائخ عظام کے مطابق اس طرح سے ہے۔

۱۔ شرح زیارت جامعہ — 10 ربیع الاول 1230ھ
۲۔ شرح علی الحکمۃ العرشیہ — 27 ربیع الاول 1236ھ
۳۔ شرح علی المشاعر در قواعد حکمۃ — 27 صفر 1234ھ

۴۔ شرح علی الرسالۃ العلمیہ 15 ربیع الثانی 1230ھ

۵۔ شرح فوائد فی الحکمۃ 9شوال 1232ھ

۶۔ جواب شیخ یعقوب وسائر حکما 8 شعبان 1239ھ

پس چونکہ شیخ 1229ھ سے 1239ھ تک کرمان شاہ میں قیام پذیر رہالہذا شیخ نے حکمت وفلسفہ وکلام کی یہ کتابیں کرمانشاہ میں قیام کے دوران لکھی ہیں ۔اور شیخ کے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ شیخ نے اپنی یہ خودنوشت سوانح حیات جواس نے اپنے خط سے خود لکھی ہے اپنے مریدوں کے لئے 1239ھ کے بعد لکھی ہے تا کہ وہ اپنے مریدوں کو یہ سمجھائے کہ تمام شیعہ علماء نے جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے اور باطل ہے اور چونکہ میں فلسفہ حکمت وکلام کی ان تمام کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے وہ وحی والہام سے لکھا ہے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تعلیم دینے کے بعد لکھا ہے لہذا وہ عقائد وافکار ونظریات جو میں نے ان کتابوں میں لکھے ہیں وہ صحیح ہیں اور ان میں کسی غلطی کاامکان نہیں ہے ۔

ایران سے مہاجرت اور کربلا کی مجاورت کا حال

شاہزادہ محمد علی مرزا کی وفات کے بعد شیخ کی تمام فارغ البالی اور تمام نعمتیں اور عیش وآرام ختم ہوگیا جسے شیخ شہر کرمانشاہ کی نعمتوں کے زوال سے منسوب کرتا ہے اور ممکن ہے کہ اہل کرمان بھی بزرگان واکابرین یزد کی طرح سے شیخ کے مخالف ہوگئے ہوں ۔

لہذا شیخ نے کسی دوسری جگہ کی تلاش کے لئے جواس کے قیام وسکونت کے لئے مناسب ہوامام رضا علیہ السلام کی زیارت کے بہانے سے رخت سفر باندھا اور کرمانشاہ سے روانہ ہوگیا وہاں سے پہلے قم آیا قم سے قزوین اور پھر قزوین سے طہران اور شاہ عبدالعظیم آکر قیام کیا اس کے بعد شیخ عبداللہ لکھتا ہے:

"تمام اهل بلاد بعلت و با متفرق در جبال بودند پس از چهار روز حرکت فرموده روانه طوس گردید و از آنجا بشاهرود تشریف برد دریں وقت و بادر قافله' ایشاں پدید آمد و جمعی از زوار و اتباع آں بزرگوار را هلاك نمود"

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 37

غرض وبا اور دوسری مشکلات کی وجہ سے ممکن نہ ہوا کہ کسی جگہ کا اپنے قیام کے لئے انتخاب کریں البتہ جس جگہ سے بھی گذرتا تھا اس صوبہ کا حاکم اس کے استقبال کے لئے آتا تھا چنانچہ تربت میں وہاں کا حاکم محمد خان پسر اسحاق خان استقبال کے لئے آگے آ کر ملا اور طبس میں وہاں کا حاکم علی نقی خاں پسر میر حسن خاں استقبال کے لئے آگے بڑھ کر ملا اور چونکہ راستہ پر بلوچوں نے قبضہ کیا ہوا تھا اور وہاں سے گزرنا دشوار تھا لہذا علی نقی حاکم طبس نے اپنے چچا کے بیٹے مراد علی کو ایک سو نفر سوار اور دو سو نفر تقریباً پیادوں کو دارالعبادہ یزد تک اس کے ساتھ روانہ کیا۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 37

شیخ عبداللہ نے اپنے باپ کی شرح احوال میں واقعہ تکفیر کو قطعاً بیان نہیں کیا اور وباء کی مصیبت اور دوسری دشواریوں کا ذکر کیا اور راستے میں طوس و یزد و اصفہان کے علماء کی طرف سے انتہائی احترام کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھتا ہے:

"بر اصرار افزودند که هر گاه ایں ماه را توقف شود کمال تلطف است لا جرم عیال و اثقال جز لوازم اقامت بصحابت شیخ عبدالله روانه کرمان شاه فرمود"

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 38

انہوں نے بہت ہی زیادہ اصرار کیا کہ کم از کم اس ماہ رمضان میں یہیں قیام

فرمائیں انتہائی مہربانی ہوگی ۔لہذا وہ سامان جو قیام کے لئے ضروری تھا اپنے پاس رکھ کر باقی سازوسامان اور اہل وعیال کو شیخ عبداللہ کے ساتھ کرمان شاہ روانہ کر دیا۔

آج شیخ کے تابعین میں سے ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو قزوین کے واقعہ تکفیر اور شیخ احمد احسائی کے کافر قرار دیئے جانے کے فتوے سے آگاہ نہ ہو ان میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ان کو آقا محمد تقی برغانی نے کافر قرار دیا تھا اور اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا۔جو اس زمانے میں قزوین میں اعلم واقفہ تھے اور موضوع تکفیر معاد جسمانی کا عقیدہ تھا جس کا شیخ منکر تھا۔چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ کرمان مرزا ابوالقاسم خان اپنی کتاب فہرست کتاب مشائخ عظام میں لکھتا ہے کہ:

چیزی که مسلم است و قابل انکار نیست واز مجموع روایات مختلفه پیدا است همانا مسئله تکفیر است که قطعاً واقع شده و مرتکب اول آں مرحوم ملا محمد تقی برغانی معروف بشهید ثالث بود۔ کتاب فہرست مشائخ عظام ص 151

"یعنی وہ بات جو مسلمہ ہے اور انکار کے قابل نہیں ہے اور مختلف روایات کے مجموعے سے واضح وظاہر ہے وہی مسئلہ تکفیر یعنی شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دیئے جانے کا مسئلہ ہے جو قطعی طور پر واقع ہوا ہے اور اس کے مرتکب اول یعنی سب سے پہلے فتوائے کفر دینے والے ملا محمد تقی برغانی معروف بہ شہید ثالث تھے۔

لیکن شیخ عبداللہ نے اپنے باپ کی شرح احوال میں اس راستے میں علماء کی طرف فوق العادہ احترام کا ذکر تو کیا اور حاکم تربت وطبس کے استقبال کا حال بھی بیان کیا لیکن شیخ کی تکفیر کا کوئی ذکر نہیں کیا۔قرینۂ یہ کہتا ہے کہ علماء کی طرف سے احترام کا یہ بیان اور حاکم طبس اور تربت کی طرف سے استقبال کا بیان اس واقعہ کو چھپانے اور پردہ پوشی کے لئے کیا

گیا ۔بہر حال شیخ نے سفر زیارت سے مراجعت کرنے کے بعد اس وقت تک کرمانشاہ میں ہی قیام کیا جب تک شیخ کے آقاؤں کی طرف سے حکم صادر نہ ہوا ۔جب شیخ احمد احسائی کے آقاؤں نے ایران کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے شیخ کو عراق کے لئے مامور کر دیا اور وہ عتبات عالیات میں مجاورت کے بہانہ سے کربلا کے لئے روانہ ہو گیا ۔

کربلا میں شیخ کی تکفیر کا معرکہ

شیخ عبداللہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنے باپ شیخ احمد احسائی کے حالات زندگی شرح احوال شیخ احمد احسائی کے نام سے تحریر کئے ۔ لیکن اس نے شیخ احمد احسائی کے قزوین میں کفر کے فتوے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔اور اس واقعہ کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے لئے ایران کے تمام شہروں کے علماء کی طرف سے شیخ کے انتہائی احترام کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا سید کاظم رشتی نے بھی جو شیخ احمد احسائی کا شاگرد ارشد اور اس کا جانشین اول تھا قزوین کے اس واقعہ تکفیر کو بیان نہیں کیا اور اسی طرح سے جیسے کہ شیخ عبداللہ نے ایران کے تمام شہروں کے علماء کی طرف سے شیخ کے فوق العادہ احترام کرنے کا بیان کیا تھا تحریر کیا تا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ وہ ایران سے سلامتی کے ساتھ گیا۔

چونکہ سید کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین اس سائل ہندی کے جواب میں لکھی ہے جس نے کاظم رشتی سے شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دینے کا سبب پوچھا تھا لہذا سید کاظم رشتی نے اپنی اس کتاب میں یہ کوشش کی ہے کہ اس سائل ہندی کو یہ سمجھائے کہ شیخ کافر نہیں تھا ۔بلکہ ایران میں تو علماء اس کا احترام کرتے تھے لیکن جب شیخ نے کربلائے معلی میں قیام کا ارادہ کر لیا تو وہاں کے علماء و مجتہدین عظام مراجع کرام نے اس سے حسد کرنا شروع کر دیا اور اس سلسلہ میں کاظم رشتی نے ان مخالفتوں کا ذکر کیا ہے جو شیخ اور کربلا کے شیعہ علماء

مجتہدین اور مراجع کرام کے درمیان چلتی رہیں۔ چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی اپنی کتاب ''الدین بین السائل والمجیب'' میں لکھتے ہیں کہ:

و قصه اعلیٰ الله مقامه و قصه تلامیذه مع المخالفین طویلة عریضه فمن اراد الاطلاع علیها مفصلاً مشروحاً فعلیه بکتاب دلیل المتحیرین الذی الفه تلمیذه الارشدالسید کاظم رشتی۔ الدین بین السائل والمجیب ص116

یعنی شیخ احمد احسائی اعلیٰ مقامہ اور اس کے شاگردوں کا قصہ ان کے مخالفین کے ساتھ طویل وعریض ہے پس جو کوئی ان مخالفتوں کا حال معلوم کرنا چاہے تو وہ اس کا پوری تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ کتاب دلیل المتحیرین میں مطالعہ کرے جسے شیخ احمد احسائی کے شاگرد ارشد سید کاظم رشتی نے تالیف کیا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سید کاظم رشتی اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں کیا لکھتے ہیں۔ وہ اس کتاب میں ''صدور مبادی الاختلاف'' کے زیرعنوان اس طرح سے لکھتا ہے کہ:

'و اعلم انه لما تکررت زیارة الشیخ المرحوم للعتباب المشرفات و رجوعه الیٰ مسکنه الذی هو کرمانشاها ن کانت نائرة الخلاف خامدة و عیوان النفاق راقدة والالسن بفضل ذالک الجناب ناطقة۔ دلیل المتحیرین ص38

یعنی معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ جب تک کرمان شاہ میں مقیم رہا اور عتبات عالیات کی زیارت کے لئے آتا جاتا رہا تو اس وقت تک مخالفت کی آگ خاموش رہی اور نفاق کے چشمے خاموش تھے اور لوگوں کی زبانیں آنجناب کے فضل وکمال کے بیان کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔

سید کاظم رشتی اپنے اس بیان کے ذریعہ اپنے اس سائل ہندی کو یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ جب تک شیخ احمد احسائی نے کربلا میں اقامت اختیار کرنے کا ارادہ نہیں کیا اس وقت تک تو ایران وعراق کے تمام علماء شیخ کی فضیلت کے بیان کرنے میں رطب اللسان تھے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ سید کاظم رشتی اپنے اس ہندی سائل کو کس طرح سے مطمئن کرتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ:

” فلما استقر به الجلوس بعد مدة يسيره تحرك اهل الشقاق والذين فی قلوبهم مرض النفاق و عدم الوفاق معه آل الله اهل الا تفاق اتوا الیٰ جناب السيد المهتدی السيد مهدی ابن المرحوم المبرور المغفور المير سيد علی تغمدالله بغضرانه و اوصله الیٰ دار رضوانه و شهبوله و اتوا ببعض العبارات المحذوفة الاول والاخر والوسط والعبارات التی لا انس لهم بها ولا معرفة لهم باصطلاحتها فذكروا له غير المراد و اظهروا الضغائن المستنكنة فی الفواد خونا علیٰ دنياهم الدنيه “ دلیل المتحیرین ص38

یعنی جب شیخ نے کربلا میں مستقل طور پر قیام وسکونت اختیار کر لی تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اہل شقاق (یعنی تمام شیعہ علماء اعلام ومجتہدین عظام ومراجع کرام اور کربلا کے تمام شیعہ عوام) نے جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا اور وہ اللہ والے اہل اتفاق سے موافقت نہ رکھتے تھے وہ سب کے سب حرکت میں آ گئے اور وہ (مرجع اعظم آیت اللہ العظمیٰ) ہدایت الٰہی پر قائم السید مہدی ابن المرحوم المبرور ومغفور سید علی (صاحب ریاض) کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران کو شبہ میں ڈال دیا۔اور شیخ کی بعض عبارتوں کوان کی خدمت

میں پیش کیا کہ وہ ایسی عبارتوں سے مانوس نہیں تھے اور انہیں ان کی اصطلاحات کی کوئی معرفت نہیں تھی۔ پس انہوں نے شیخ کی ان عبارتوں کا وہ مطلب بیان کیا کہ شیخ کی ان عبارتوں سے وہ مراد نہیں تھی اور وہ ضغائن اور کھوٹ جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپایا ہوا تھا ظاہر کر دیا۔ اس خوف سے کہ کہیں شیخ ان کی دنیا ان سے نہ چھین لے۔ اس کے بعد صفحہ 40 پر لکھتا ہے:

والناس اهل الشرور و المفاسد يطلبون الفتنة و يحبون وقوع المحنه ربما يصيبهم بعض المنال ا لدنيوى والعرض الزائل الذى مآ له الخسران و عاقبته الحرمان فلما اظهر جناب السيد الاعراض و تفوّه بكلمات لم تناسبه زاد فى كلماته كلمات وعباراته عبارات و شهروها بين العوام و نشروها عندالطغام فثارت نائرة الفتنة وحاجت اعصار المحنة و شهروا عندالخلق من العوام من الرجال و النساء ان الشيخ احمد قد كفر" دلیل المتحیرین ص40

یعنی لوگ شر و فساد پھیلانے والے اور فتنہ پرور ہیں تا کہ وہ مال و منال دنیا سے بہرہ اندوز ہو سکیں جس کا نتیجہ خسارے کے سوا کچھ نہیں اور عاقبت میں محرومی ہے۔ پس جب جناب السید مہدی ابن صاحب ریاض نے اعراض کیا اور اپنی زبان سے ایسے کلمات ادا کئے کہ جن کلمات کا کہنا ان کے لئے مناسب نہ تھا تو انہوں نے سید مہدی کے کلمات میں مزید کلمات کا اضافہ کیا اور ان کی عبارتوں کو اور بڑھا چڑھا کر لوگوں کے درمیان مشہور کر دیا اور پست اور کمینہ لوگوں کے درمیان ان کلمات اور عبارتوں کو نشر کر دیا اور تمام عورتوں اور مردوں کے درمیان مشہور کر دیا کہ شیخ احمد احسائی کافر ہو گیا ہے۔

اس کے بعد پھر اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ:

ثـم عقدوا مجلساً و احضروا اهل الحل والعقد لوشئت لسميت باسـمـائهـم ولاومـات الـیٰ اشـخـاصهـم ، والکنی من امرهم قد تکرمت و بالـجـملة عقدوا مجلساً لیکتبوا سجلاً فی تکفیر ذالک العالم الربانی و ینقشوا صحیفة فی بطلان عقائد ذالک الامر الشنیع وقعت زلزلة شدیدة فرقت جمعهم " دلیل المتحیرین ص40

یعنی اس کے بعد انہوں نے ایک مجلس منعقد کی اور تمام اہل حل وعقد اس مجلس میں حاضر ہوئے۔ اگر میں چاہوں تو ان اہل حل وعقد کے ناموں کو بیان کردوں اور ان تمام اشخاص کی نشاندہی کردوں لیکن میں از راہ احترام ان کے ناموں کا ذکر نہیں کرتا۔ بالجملہ انہوں نے ایک مجلس منعقد کی تاکہ شیخ احمد احسائی کی تکفیر کے بارے میں دستاویز اور اس کے عقائد کے بطلان میں ایک کتاب تحریر کریں جب انہوں نے اس امر کا ارادہ کیا تو اتنا شدید زلزلہ آیا جس سے ان کی جمعیت متفرق ہوگئی اور سب کے سب اٹھ کر چلتے بنے۔

اس کے بعد اسی صفحہ پر اور اس سے اگلے صفحہ پر لکھتا ہے کہ:

" فـاکثرو ا الاقاویل الباطله والزور والبهتان والتموته علی الناس ببـعـض الـعبائر حتی ادخلوا فی قلوب العوام الذین کالانعام والنساء مردة ابـلیس حتیٰ ان شخصاً لا برد الله مضجعة ولا رزقه جنته قد کتب کتابا و ذکـر فیـه جـمـیـع الـمـذاهـب الـبـاطـلـه مـن مـذاهـب الملاحدة و الزنادقه والـصـوفیـه و مـکـائـد اهل التلبیس کلها نسبها الیٰ ذالک العالم الربانی والولی الصمدانی و کان له مجلسا عصر تجتمع الناس عنده فیقرء علیهم ذالک الـکـتـاب و یـقـول لهـم ان هـذا الـعـقـائـد اعتقادات الشیخ احمد الاحسائی فیصیح الناس باللعنة والتبری لجهلهم " دلیل المتحیرین ص40-41

پس انہوں نے بہت سی باطل، جھوٹی و بہتان باتیں مشہور کر دیں یہاں تک کہ عوام کے دلوں میں جو حیوانوں کے مانند ہوتے ہیں اور عورتوں کے دلوں میں جو ابلیس کا گروہ ہیں ان باتوں کا داخل کر دیا یہاں تک کہ ایک شخص نے کہ خدا اس کی قبر کو ٹھنڈا نہ ہونے دے اور اسے جنت نصیب نہ کرے ایک کتاب لکھی اور اس میں تمام باطل مذاہب کا ذکر کیا اور مذہب ملاحدہ و مذہب زنادقہ و مذہب صوفیہ و مذہب غلات و مذہب مفوضہ و مذہب نصاریٰ اور تمام مذاہب باطل کے عقائد کا بیان کیا اور ان کی اس عالم ربانی و ولی صمدانی یعنی شیخ احمد احسائی کی طرف نسب دے کر کہتا تھا کہ یہ شیخ احمد احسائی کے عقائد ہیں۔ پس کربلا کے لوگ نعرہ لگاتے کہ شیخ احمد احسائی پر لعنت۔ شیخ احمد احسائی پر لعنت۔

اور اس کے چند صفحات کے بعد لکھتا ہے کہ:

" و كتبوا في البلدان الىٰ روسائها و اهل الحل و العقد ان الشيخ احمد كذا و كذا اعتقاده و شو شوا قلوب الناس و جعلوهم في التباس "

دلیل المتحرین ص 47

یعنی انہوں نے تمام ممالک اور شہروں کے تمام رؤسا اور اہل وعقد کو خطوط لکھے اور ان کو اطلاع دی کہ شیخ احمد احسائی کے عقائد ایسے ایسے ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں کو مشوش کر دیا اور ان سب کو شک میں ڈال دیا۔

اور رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان ابو القاسم خان قاچاری اپنی کتاب فہرست کتاب مشائخ عظام میں اس طرح لکھتے ہیں:

تا اینکه بکربلائی معلی مشرف شد و در آنجا رحل اقامت انداخلت و در نظر داشت که بقیه عمر را در مجاورت آن سده سنیه مشغول خدمت و نشر علم و بیان فضائل آل

محمد علیهم السلام باشد ،و در یں موقع بعضیٰ باقتضای فطرت متحمل نه شدندو بر علم و حکمت و فضیلت آنجناب حسد بردند و جناب شهید هم در تعقیب تکفیر خود تاکیدات زیاد ببعض علماء آنجا نوشت که ما اکفار شیخ نمودیم شما هم اعانت نمائید و جمعی که درقلو بشاں میل از حق بود تبیعت نمودند و بر گانو گوسنند خود ترسیدو در کربلای معلی هم ایں زمزمه را بلند کردند و تدریجاً بغوغا رسانیدند و تشکیل مجالس دادند " فہرست کتب مشائخ عظام ص 170

یہاں تک کہ شیخ احمد احسائی کربلائے معلی تشریف لے گئے اور وہاں پر قیام پذیر ہوگئے اور وہاں ہی سکونت اختیار کرلی اور ارادہ یہ تھا کہ باقی عمر امام عالی مقام کی مجاورت کرتے ہوئے آل محمد علیہم السلام کے علوم کے نشر کرنے میں مشغول رہوں گا۔ اس موقع پر بعض کو بہ تقاضائے فطرت اس بات کا تحمل نہ ہوسکا اور آنجناب کے علم وحکمت وفضیلت پر حسد کرنے لگے اور آقا محمد تقی برغانی شہید ثالث نے بھی اپنا کفر کا فتویٰ دینے کے بعد وہاں کے علماء کو بہت زیادہ تاکیدات لکھیں کہ ہم نے شیخ احمد احسائی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے تم بھی اس کی تائید کرو۔ کچھ لوگوں نے جن کے دل حق سے پھرے ہوئے تھے ان کی پیروی کی اور اپنی گائیوں اور بھیڑوں کے چھن جانے کے ڈر سے اور انہوں نے کربلائے معلی میں بھی یہ راگ الاپنا شروع کردیا اور تدریجاً شور وغوغا تک پہنچا دیا اور شیخ کی تکفیر کے لئے مجلسیں منعقد کرنی شروع کردیں۔

آقائے آیت اللہ السید محمد مھدی کا مقام و مرتبہ

آیت اللہ السید محمد مھدی ابن سید علی صاحب ریاض کربلائے معلیٰ میں مرجع تقلید شیعیان جہاں تھے۔انہوں نے شیخ احمد احسائی کو اس وقت کافر قرار دیا جب کہ وہ زندہ تھا اور کربلائے معلیٰ میں ہی رہتا تھا اور السید محمد مھدی کے والد بزرگوار سید علی صاحب ریاض بھی کربلائے معلیٰ میں مرجع تقلید شیعیان جہاں تھے۔چنانچہ سید کاظم رشتی جانشین اول شیخ احمد احسائی اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

" والناس في الاول الامر حيث كان من بيت رفيع . و شهرت البيت قد عمت جميع البلاد و العباد ، و هو يظهر الورع و الزهد صدقوه، واتبعوا الذي يصدقه فائولئک الاتباع الذين كانو اذانابا صاروا رئوساء و دخلوا في الاجتماع والافاضل الخلاف في هذا لمقام كلها تدور في ثلاث اقسام منهم واحدبمشهد سيد نا الحسين عليه السلام والاثنان في النجف ''

دلیل المتحیر یل ص 93-94

یعنی لوگوں نے اول سے ہی اس وجہ سے کہ وہ اونچے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے علاوہ ازیں وہ خود بھی ایک زاہد و متقی اور پرہیز گار ہستی تھے۔لہذا لوگوں نے ان کی طرف سے شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دینے اور کفر کے فتویٰ کو مان لیا اور شیخ کے کفر کو تسلیم کرلیا اور ہر وہ عالم جس کو وہ اجازہ دیتے تھے وہ بھی شیخ کی تکفیر میں ان کی پیروی کرتا تھا پس ان کے یہ پیرو کار اور اتباع کرنے والے وہ پاپی تھے جو بعد میں قوم و مذہب و ملت کے رؤسا قرار پائے اورانہوں نے شیخ کے کفر پر اور فتوائے کفر پر اجماع کرلیا۔اور مخالفین فضلا تین تھے ایک ان میں سے امام حسین علیہ السلام کے روضہ مبارک کے اندر قیام پذیر تھا اور دو

نجف اشرف میں سکونت رکھتے تھے۔

شیخ کا کربلا سے مکہ کی طرف فرار ھدیۃ کے مقام پر وفات

کاظم رشتی اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں لکھتا ہے کہ ان حالات نے شیخ کو کربلا سے فرار پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ وہ مذکورہ عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ:-" ولما كان الفرار الى الله سبحانه هو الامان من كل مخاوف ففرّ الى الله سبحانه متمثلا لامر الله حيث يقول ففروا الى الله فقصد حج بيت الله خوفا من فراعنة هذه الامة مقتديا بالسيد الشهداء حيث فر منهم الىٰ بيت الله عن حر م جده رسول الله صلى الله عليه و آله فكذا لک الشيخ اعلىٰ مقامه و رفع في الدارين اعلامه انهزم من الظالمين و سار باهله و عياله و ابنائه و بناته و زوجاته و با ع كلماعندهم من المضا غ و الحلى فقصد الى السفر ذالک السفر الشاق مع ضعف بنيته و نقاد قوته و كبر سنه و شده خوفه فسافر بالعيال و شد الرحال و ابقاني بايدى هو لاء الارذال وحيداً غريباً بلا ناصر ولا معين الا مد د الله و عنايته و حفظه و كلائيته " دلیل المتحیرین ص53

اور چونکہ ہر قسم کے خوف سے امان کی صورت صرف خدا کی طرف فرار کرنے میں ہی تھی پس خداوند تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق جو اس نے فرمایا ہے کہ اللہ کی طرف فرار کرو ۔ انہوں نے بھی خدا کی طرف فرار اختیار کیا اور اس امت کے فرعونوں کے خوف سے سید الشہدا کی پیروی کرتے ہوئے بیت اللہ کے حج کا ارادہ کیا جیسا کہ سید الشہدا نے اپنے نانا رسول خداؐ کے حرم سے بیت اللہ کی طرف فرار کیا تھا۔ پس اسی طرح شیخ اعلیٰ اللہ مقامہ ان ظالمین سے پسپا ہو گئے اور اپنا تمام ساز و سامان فروخت کر دیا اور اس عالم پیری میں اور ضعیفی اور کمزوری

کی حالت میں اپنے اہل وعیال وپسران ودختران ازدواج کے ساتھ سخت مشکل سفر پر روانہ ہوگئے اور مجھے اس ذلیل قوم کے درمیان یکہ وتنہا بے یارومددگار چھوڑ دیا کہ خدا کی عنایت وحفاظت ومدد کے سوا میرے لئے کوئی نہ رہا۔لیکن جونہی شیخ ہدیہ کے مقام پر پہنچا اپنے وطن پہنچنے سے پہلے ہی ملک الموت نے آلیا۔

کاظم رشتی کے اس بیان میں چند امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں

اول یہ کہ حج قربۃً الی اللہ کیا جاتا ہے نہ کہ امت کے فرعونوں کے خوف سے جیسا کہ کاظم رشتی نے کہا ہے **فقصد حج بیت اللہ خوفاً من فراعنہ ھذا لامت** یعنی اس امت کے فرعونوں کے خوف سے بیت اللہ کے حج کا قصد فرمایا۔پس شیخ احمد احسائی نے ہر زیارت جو بھی کی وہ اسی طرح سے کسی پروگرام کا سرپوش ہوتی تھی۔

دوسرے یہ کہ شیخ کے فرار کو سید الشہداء کی ہجرت کے ساتھ تشبیہ دینا انتہائی جسارت ہے۔تیسرے یہ کہ کاظم رشتی نے نہ صرف شیعیان کربلائے معلّی کو بلکہ تمام شیعہ علماء ومجتہدین عظام ومراجع عالیقدر شیعیان جہان کو اپنے اس بیان میں ارذال کہا ہے جیسا کہ لکھتا ہے کہ:''**وابقانی بایدی ھولاء ارذال وحیداً غریباً بلا ناصر ولا معین**'' یعنی مجھے ان ذلیل لوگوں کے پاس اکیلا یکہ وتنہا بے یارومددگار چھوڑ دیا۔شیخ احمد احسائی کے کربلا سے فرار کر جانے کے بعد شیخ کے شاگرد ارشد اور جانشین اول نے مذہب شیخیہ کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ اس کا حلقہ درس وتبلیغ پھیلتا چلا گیا اور وسعت اختیار کر گیا اور لوگوں کی گمراہی کا سبب بننے لگا لہذا شیعہ علمائے کرام ومجتہدین عظام ومراجع عالیقدر شیعیان جہاں کربلا میں اس کی آگ کو خاموش کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ کاظم رشتی خود اس مطلب کو دلیل المتحیرین میں اس طرح سے بیان کرتا ہے۔

" **بالجملہ فبعد وفاتہ اعلیٰ اللہ مقامہ و انار برھانہ ظنت انہ**

تضمحل آثاره و تبلي اخباره و تخمد ناره و يطفي نوره سكتو ا عن الكلام برهة من الزمان تقرب مدة سنتين او اقل فرأوا ان نوره لم يزل في از دياو نجم سعد علومه و آثاره لم يبرح في علو و ارتفاع رجعوا اليٰ ما كانوا يصدده و تعرضوا لهذا العبد المسكين الحقير الفقير فطالت السنتهم عليّ من غير حجته ولا موجب الا اني اذكر مناقبه وانشر فضائله و ادرس في تصنيفاته ابين الناس غرر و درد فوائد تاليفاته فبعثوا اليّ ان اترك ما انت عليه" دلیل المتحیرین ص 54

یعنی شیخ احمد احسائی کی وفات کے بعد اس جماعت نے یہ گمان کرلیا تھا کہ اس کے آثار نیست و نابود ہو جائیں گے اور اس کی خبریں معدوم ہو جائیں گی اور اس کی آگ سرد اور اس کا نور خاموش ہو جائے گا لہذا انھوں نے تقریباً دو سال یا اس سے کچھ کم خاموشی اختیار کئے رکھی۔ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ افکار و نظریات شیخ روز بروز روبہ ترقی ہیں اور اس کے علوم کا نیک ستارہ اور آثار عروج پر ہیں تو وہ اس کے روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس بندہ مسکین و حقیر و فقیر کی مخالفت شروع کردی پس ان کی زبانیں بغیر کسی حجت و دلیل کے میرے خلاف دراز ہو گئیں سوائے اس کے کہ میں تو صرف شیخ کے مناقب بیان کرتا تھا اس کے فضائل نشر کر رہا تھا اور لوگوں کو اس کی تصنیف کردہ کتابوں کی خصوصیات بیان کرتا تھا۔ پس انہوں نے کسی کو میرے پاس بھیجا اور مجھے یہ پیغام دیا کہ تم یہ کام جو کر رہے ہو ترک کردو۔

سید کاظم رشتی کی علماء کی مجلس میں طلبی

چونکہ سید کاظم رشتی نے مذہب شیخیہ کے فاسد و باطل عقائد کی تبلیغ کو ترک نہیں کیا

لہذا اس کو سوال و جواب کے لئے علماء اعلام کی مجلس میں طلب کیا گیا چنانچہ وہ اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں لکھتا ہے کہ:

"" ثم جمعوا و اجتمعوا و جلسوا مجلساً یو م الجمعة اول جمعته من شهر رجب و اجتمع فیه خلق کثیر تبلغ عددهم الوف ولاواحد منهم یصدقنی و احضرونی فی ذالک المجلس الشدید . وانه لیوم عصیب . و جاء القوم یهرعون من کل جانب و لهم من روسائهم جواذب و انا اذا ذاک بینهم وحید فرید . فقال لی واحد منهم فی ذالک المجلس ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین وانیٰ لی الخروج وحف القوم من کل جانب و مکان شاکین باسلحتهم مشتملین بارديتهم کانهم اتوللجهاد بین یدی المبعوث من رب العباد " دلیل المتحیرین ص 44

پس وہ سب کے سب جمع ہوئے اور تمام لوگوں کو جمع کیا اور روز جمعہ جو ماہ رجب کا پہلا جمعہ تھا انہوں نے ایک مجلس منعقد کی اور اس مجلس میں خلق کثیر جمع ہوئی جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اور اس مجلس میں میرا ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا اس مجلس شدید میں مجھے بلایا گیا اور وہ دن بہت ہی سخت تھا وہ قوم ساری کی ساری دوڑی چلی آرہی تھی اور انہیں رؤسائے قوم یعنی مجتہدین عظام و مراجع کرام کی تائید حاصل تھی اور میں یکہ و تنہا ء بے یار و مددگار تھا پس اس مجلس میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ سرداران قوم تیرے بارے میں یہ مشورہ کررہے ہیں کہ تجھے قتل کرڈالیں لہذا تو اس مجلس سے بھاگ جا میں تجھے نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں۔ درآنحالیکہ میرے لئے اس مجلس میں بچ نکلنے یا بھاگنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی اس قوم نے مجھے ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا اور وہ سب کے سب اسلحہ پوش

تھے گویا کہ وہ خدا کے مبعوث کردہ پیغمبر یا امام کے ہمراہ جہاد کے لئے آئے ہیں ۔ پھر اس کے بعد لکھتا ہے۔

ثم ابرزوا عبارة من ذالک الشیخ القمقام علم الاعلام والنور التمام ان الجسد العنصری لا یعود . قالوا لی ان ھذہ العبادۃ کفر .

دلیل المتحیرین ص67

پس انہوں نے اس شیخ قمقام وعلم اعلام ونور التمام کی ایک عبارت میرے سامنے پیش کی جو یہ تھی کہ "**ان الجسد العنصری لا یعود**" یعنی یہ جسم عنصری لوٹ کر نہیں آئیگا بالفاظ دیگر جسم عنصری کے ساتھ معاد نہیں ہے ۔ پس انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم یہ بات تسلیم کرو کہ یہ عبارت کفر ہے ۔ اس کے بعد آئندہ صفحہ میں اس سائل ہندی کو مطمئن کرنے کے لئے جس نے سید کاظم رشتی سے شیخ کی تکفیر کا سبب پوچھا تھا اس طرح لکھا ہے۔

فلما رایت قلہ انصافھم و غلظۃ جورھم و اعتسافھم قلت لھم ما ذا تریدون قالوا نرید ان تکتب ان ھذہ العبارۃ کفر ، فکتبت لھم ان ھذہ العبارۃ اذا لم یکن لھا بیان مقدما و موخراً اذا لم یحذف منھا شئی من اولھا ووسطا او آخرھا کفر بحسب فھم العوام" دلیل المتحیرین ص68

یعنی جب میں نے ان کی طرف سے قلت انصاف کو دیکھا اور ان کی طرف سے سختی اور ظلم و جور کو ملاحظہ کیا تو میں نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہمیں یہ لکھ کر دے کہ یہ عبارت کفر ہے پس میں نے ان کے لئے لکھا کہ بیشک یہ عبارت کفر ہے ۔ عوام کی فہم کے مطابق اگر اس کا اول و وسط و آخر محذوف نہ ہو۔

رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ مرزا ابو القاس خان نے بھی اپنی کتاب "فہرست مشائخ عظام" میں اس واقعہ کو اس طرح سے لکھا ہے:

" همان فرمانیشی که همه معترضین و مکفرین هما ن را دست گرفته اند و بررخ هر عامی بے سواد در هر مجلس و محفل میکشند و در هر کتابے مینویسند همانا ایں کلمه است که فرموده است ، الجسد العنصری لا یعود۔ و همیں است که میگویند ایں برخلاف ضرورت اسلام است۔ و عین همیں عبارت است که در کربلای معلی در منزل مرحوم عالم فاضل آقا میرزا محمد علی شهرستانی نجل جلیل مرحوم مبرور آیت الله میرزا مهدی شهرستانی باحضور دوسه هزار جمیعت بر سید مرحوم اعلیٰ الله مقامه عرضه کردند و آں مجلس عجیب داستانهای غریبی بوده که تمام تفصیل را سید مرحوم در کتاب دلیل المتحیرین نگاشته است و در آں مجلس تکلیف نمودند سید بزرگوار را که بنویسد آں عبارت العیاذاً بالله کفر است و سید بزرگوار برائے اسکات اں جماعت نوشته آنچه خلاصه آں ایں که اگر ایں عبارت پیش و پس نداشته باشد و تفسیر صحیحی آں را اراده نکرده باشد برحسب تفاهم عوام مردم کفر است "

فہرست کتب مشائخ عظام ص152-153

یعنی وہی بات جو تمام اعتراض کرنے والے اور شیخ کی تکفیر کرنے والے ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں اور ہر مجلس اور ہر محفل میں بے سواد عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اسے ہر کتاب میں لکھتے ہیں وہ یہی کلمہ ہے جو شیخ نے کہا ہے کہ " **الجسد العنصری لا یعود**

''اور معاد جسمانی نہیں ہوگی اور یہ کلمہ ہے وہ جس کے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ضرورت اسلام کے خلاف ہےاور عین یہی عبارت ہے وہ جو کربلائے معلّیٰ میں مرحوم عالم فاضل آقا میرزا محمد علی شہرستانی نجل جلیل مرحوم مبرور آیت اللہ میرزا مھدی شہرستانی کے گھر میں دو تین ہزار کی جمعیت کے سامنے سید کاظم رشتی کے سامنے پیش کی گئی۔

اور وہ مجلس عجیب وغریب داستانیں تھیں جس کی تمام تفصیل سید کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں لکھی ہے اس مجلس میں سید کاظم رشتی کو مجبور کیا گیا کہ وہ عبارت العیاذ باللہ کفر ہے اور سید کاظم رشتی نے اس جماعت کو خاموش کرنے کے لئے لکھ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس عبارت سے پہلے اور بعد کچھ نہ ہو اور اس کی صحیح تفسیر کا ارادہ نہ کیا گیا ہو۔ تو عوام کی فہم کے مطابق یہ عبارت کفر ہے۔

رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان کے اس بیان سے ایک انکشاف ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ کربلائے معلّیٰ میں یہ اجتماع مرحوم عالم فاضل آقا میرزا محمد علی شہرستانی کے گھر میں دو تین ہزار جمعیت کی موجودگی میں ہوا تھا اور اس انکشاف کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور کاظم رشتی کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ کاظم رشتی یہ چاہتا ہے کہ فریب کاری و مکاری وعیاری سے اس سائل ہندی کو اطمینان دلائے کہ میں نے جو علماء و مجتہدین مراجع عظام کے سامنے کفر کے بیان کو تسلیم کیا ہے تو وہ اس فریب کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ نہ اس عبارت سے اول کچھ محذوف ہے نہ وسط سے کچھ عبارت محذوف ہے نہ آخر سے کچھ محذوف ہے۔ بلکہ یہ عبارت اور یہ فقرہ ان عبارتوں کا خلاصہ ہے جو شیخ نے معاد جسمانی کے بارے میں لکھی ہیں۔ یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ کاظم رشتی یہ جرأت کرہی نہیں سکتا تھا کہ اس مجمع میں جس کا حال خود اس نے اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا وہ خدا کے مبعوث پیغمبر یا امام کے ساتھ جہاد کے لئے آئے ہوں اور کوئی احمق اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔

مولف کتاب قصص العلماء میرزا محمد علی تنکابنی نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے چنانچہ وہ اس واقعہ کو اس طرح سے لکھتے ہیں:

آقا سید مھدی مجلسی ترتیب داد و شریف العلما و حاجی ملا جعفر استر آبادی و حاجی سید کاظم رشتی را احضار نمود ایشاں با سید کاظم مناظرہ نمودند و مواضعی چند از کتاب شیخ را گرفتہ کہ ظاہر ایں عبائر کفر است سید کاظم اذعان نمود کہ ظواھر ایں عبائر کفر است۔ لیکن شیخ ظواھر ایں عبائر را ارادہ نکردہ است بلکہ ایں کلمات را تاویلی است کہ آں تاویل مراد شیخ است۔ ایشاں گفتند کہ ما مامور بہ تاویل نیستیم مگر در آیات قرآن و کلمات حضرت سبحان و اخبار پیغمبر و آل اطہار و الاھر کافر یکہ بکلمہ کفری تکلم کند لامحالہ تاویل در او راہ دارد۔ پس بہ سید کاظم گفتند کہ تو بنویس کہ ظاہر ایں عبائر کفر است۔ سید کاظم نوشت کہ ظاہر ایں عبائر کفر است و آں را بمھر خود ممھور نمود۔ پس آقا سید مھدی اگر چہ فتوی نمیگفت۔ لیکن بشہادت ایں دو عادل کہ شریف العلماء و حاجی ملا جعفر استر آبادی حکم تکفیر شیخ و تابعین او نمود۔ و از اں پس بمسجد رفتہ و مردم را موعظہ نمود کہ در ایں عصر گرگان چند بلباس میش در آمدہ و دین مردم را فاسد و کاسد ساختہ اند و ایشاں شیخ احمد احسائی و متابعین او ہستند و ایشاں کافر اند۔ پس تکفیر ایشاں شیوع یافت و علمائے کہ شیخ و تابعین او را تکفیر کردند، اول ایشاں حاجی ملا محمد تقی قزوینی دوم آقا سید مھدی و حاجی ملا محمد جعفر استر آبادی و اخوند ملا آقای دربندی و شریف العلماء و آقا سید ابراھیم استاد حقیر و شیخ محمد حسین صاحب فصول و شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر بلکہ اکثری از فقہائے عصر ایشاں تکفیر کردہ اند۔ قصص العلما محمد تنکابنی ص ۴۴

آیت اللہ العظمی سید محمد مہدی نے ایک مجلس ترتیب دی اور آیت اللہ آقائے شریف العلماء و حاجی ملا جعفر استر آبادی و سید کاظم رشتی کو اس مجلس میں بلایا شریف العلماء اور حاجی ملا جعفر استر آبادی نے سید کاظم رشتی کے ساتھ مناظرہ کیا اور شیخ احمد احسائی کی کتاب

کے چند مقامات کی عبارتیں نکال کر اسے دکھائیں اور اس سے کہا کہ ان عبارتوں کا ظاہر کفر ہے۔سید کاظم رشتی نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ان عبارتوں کا ظاہر کفر ہے۔لیکن شیخ نے ان عبارتوں کے ظاہر کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ان کلمات کی ایک تاویل ہے اور یہ تاویل شیخ کی اصل مراد ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم تاویل کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں سوائے قرآن کریم کی آیات اور خداوند تعالیٰ کے کلمات اور پیغمبر اکرمؐ اور آل اطہارؑ کے فرمودات کے۔ورنہ ہر کافر جو بھی کلمہ کفر کہے گا لامحالہ اس میں سے تاویل کی صورت نکل سکتی ہے۔پس انہوں نے سید کاظم رشتی سے کہا کہ تم یہ لکھو کہ ان عبارتوں کا ظاہر کفر ہے۔پس سید کاظم رشتی نے یہ لکھ کر اور اپنے دستخط اور مہر لگا کر یہ لکھ دیا کہ ان عبارتوں کا ظاہر کفر ہے پس اگر چہ آقا سید محمد مہدی عام طور پر فتوئی نہیں دیتے تھے لیکن ان دو عامل علماء یعنی شریف العلما اور حاجی ملا جعفر استر آبادی کی شہادت پر شیخ احمد احسائی اور عقائد میں ان کی پیروی کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔اور اس کے بعد مسجد میں تشریف لے گئے اور موعظ فرمایا کہ آج کل کچھ بھیڑیئے بھیڑوں کے لباس میں آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے لوگوں کے دین و مذہب کو فاسد و کاسد کر دیا ہے اور وہ شیخ احمد احسائی اور اس کی پیروی کرنے والے ہیں اور وہ سب کے سب کافر ہیں پس ان کی تکفیر کا حال سارے لوگوں میں پھیل گیا اور وہ علماء جنہوں نے شیخ احمد احسائی اور اس کے عقائد کی پیروی کرنے والوں کی تکفیر کی ان میں سب سے پہلے حاجی ملا محمد تقی قزوینی دوسرے آقا سید محمد مہدی و حاجی ملا جعفر استر آبادی و اخوند ملا آقای دربندی و شریف العلما و آقا سید ابراہیم جو اس حقیر میرزا محمد علی تنکابنی مولف کتاب قصص العلماء کے استاد تھے و شیخ محمد حسین صاحب فصول و شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر بلکہ اس زمانے کے اکثر فقہاء نے ان کی تکفیر کی'' قصص العلما محمد تنکابنی ص 44

بہر حال یہاں تک کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ شیخ احمد احسائی کو خود اس کی

حیات میں اس کے عقیدہ کی تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد کافر قرار دیا گیا اور کفر کا فتوی دینے والوں میں سب سے اول آقا محمد تقی بر غانی قزوینی ملقب بہ شہید ثالث تھے جنہوں نے سن 1238ھ میں اس سے بالمشافہ اس کے عقائد معلوم کر کے اس پر کفر کا فتوی صادر کیا اور اس کے کفر کو لوگوں سے بیان کیا اس کے بعد کربلائے معلّیٰ میں آیت اللہ العظمی آقا السید محمد مہدی نے 1241ھ میں خود اس کی زندگی میں اس کے سامنے اس کی تکفیر کی اور اس کے عقائد کی ردو ابطال میں سب سے پہلی کتاب بھی کربلائے معلّیٰ میں تالیف ہوئی اور اس کتاب سے کربلائے معلّیٰ میں مجالس میں مجمع عام میں شیخ کے عقائد کو بیان کیا جاتا تھا اور لوگوں کو بتایا جاتا تھا کہ شیخ احمد احسائی کے عقائد یہ ہیں اور لوگ چیخ چیخ کر نعرے لگاتے تھے کہ شیخ احمد احسائی پر لعنت، شیخ احمد احسائی پر لعنت اور شیخ کے شاگرد وارشد اور جانشین اول نے اپنی کتاب کے صفحہ 92-93 پر یہ تسلیم کیا ہے کہ آقا السید محمد مہدی ابن سید علی صاحب ریاض مرجع شیعیان جہاں تھے اور بڑے اونچے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور تمام ملکوں اور شہروں میں اس گھر کی عام شہرت تھی اور خود آقا سید محمد مہدی ذاتی طور پر بھی زاہد و متقی و پرہیز گار تھے۔اور شیخ احمد احسائی کی وفات کے بعد انہوں نے کاظم رشتی کو مجمع عام میں طلب کر کے اور کربلا کے لوگوں کے مجمع میں اس سے یہ مطالبہ کیا کہ شیخ احمد احسائی کی یہ عبارتیں کفر ہیں اور اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ شیخ کی یہ عبارتیں کفر ہیں اور شیخ احمد احسائی اور عقائد میں اس کی پیروی کرنے والوں کو کافر قرار دینے والے روسائے مذہب شیخیہ کے مطابق اور محمد علی تنکابنی کی قصص العلماء کے مطابق اور تاریخ کی دوسری تمام کتابوں کے مطابق جو شیخ احمد احسائی کے ردو ابطال میں لکھی گئیں اور تالیف کی گئیں ان میں سب سے پہلے حاجی ملا محمد تقی بر غانی قزوینی تھے دوسرے آیت اللہ العظمی آقا السید محمد مہدی تھے تیسرے حاجی ملا جعفر استر آبادی تھے چوتھے آقا دربندی تھے پانچویں شریف العلماء تھے

چھٹے آقا ابراہیم تھے ساتویں شیخ محمد حسین صاحب فصول تھے آٹھویں شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر تھے اور ان علماء وفقہاء ومجتہدین ومراجع عظام کے علم وتقویٰ و زہد کی توصیف میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا بیان تنکابنی کی کتاب قصص العلماء میں مطالعہ کریں۔

شیخ کے اجازوں کا افسانہ

رؤسائے مذہب شیخیہ اور تابعین ومریدان شیخ احمد احسائی کہتے ہیں کہ شیخ کو بزرگ علمائے شیعہ نے اجازے دیئے تھے۔ شیعوں کو شیخ کے اجازے دکھانا ان کو دھوکہ دینے اور فریب دینے کے لئے ہے۔ ہم اس بات پر دو طریقوں سے غور کرسکتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ اجازوں کا یہ افسانہ صرف شیعوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ اول از روئے عقل و درایت۔ دورے از روئے نقل وروایت۔

از روئے عقل و درایت ناممکن ہے کہ کوئی شخص جیسا کہ شیخ احمد احسائی تھا کسی بھی شیعہ عالم سے اجازہ کے لئے سوال و درخواست کرے اور اجازہ طلب کرے چونکہ خود اس کی اپنی خودنوشت سوانح حیات کے مطابق جو اس نے خود اپنے خط شریف سے لکھی ہے اس نے کسی بھی شیعہ عالم کے پاس زانوئے تلمذ طے نہیں کیا۔ بلکہ اس کے تمام علوم خود اس کے اپنے قول کے مطابق اور اپنے دعویٰ کے مطابق اس نے تمام علوم خواب میں آئمہ علیہم السلام کے پاس جا کر یا خود انہیں خواب میں اپنے پاس طلب کرکے حاصل کئے ہیں اور امام علی نقی علیہ السلام سے بارہ کے بارہ اماموں کے اجازے لئے تھے۔

پس وہ شخص جس نے کسی بھی شیعہ عالم کے پاس زانوئے تلمذ طے نہ کیا ہو اور اس کے تمام علوم وحی والہام کے ذریعے حاصل شدہ ہوں اور امام علیہ السلام نے بارہ کے بارہ اماموں کی طرف سے لکھے ہوئے اجازے عطا کئے ہوں اور اس کو ساری خلق کی ہدایت کے

لئے مامور کیا ہو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا شخص کسی بھی شیعہ عالم سے اجازہ حاصل کرنے کی درخواست کرے۔ درآنحالیکہ ان شیعہ علما کا کلام خود اوراس کے اور آئمہ اطہار کے مخالف ہو اس کی مثال تو ایسی ہوگی کہ کوئی دعوائے نبوئی وامامت کرے اور وہ اپنی امت کے کسی آدمی سے اجازہ طلب کرے علاوہ ازیں شیخ نے خود اپنی خودنوشت سوانح حیات میں یہ لکھا ہے کہ مجھے بارہ کے بارہ اماموں نے اجازے دیئے ہیں اور امام نے یہ اجازے شیخ کی طرف سے لوگوں کی یہ شکایت کرنے پر دیئے تھے کہ میں آپ کے تعلیم کردہ افکار ونظریات وعقائد کو جس سے بھی بیان کرتا ہوں وہ میری مخالفت کرتے ہیں تو شیخ عبداللہ کے قول کے مطابق امام نے اس سے یہ فرمایا تھا کہ:

''ترک کن ایشاراو بحال خویش مشغول باش'' شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 15

یعنی امام نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ان اپنے حال پر چھوڑ دو اور تم اپنے کام سے کام رکھو اور اپنے کام میں مشغول رہو۔

لہذا اس کے لئے لازم وضروری نہ تھا کہ علماءشیعہ میں سے کسی سے طلب اجازہ کرے۔ یہ بات بھی انتہائی طور پر قابل غور ہے کہ شیخ نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں بارہ کے بارہ اماموں کی طرف سے اجازے عطا کرنے کا بیان تو کیا ہے لیکن اس نے اپنی اس کتاب میں جو اس کی خودنوشت سوانح حیات ہے کسی بھی شیعہ عالم سے اجازہ کے حصول کا بیان نہیں کیا۔ درانحالیکہ شیخ نے اپنی یہ سوانح حیات اپنی عمر کے آخری حصہ میں لکھی ہے اگر اس نے کسی بھی شیعہ عالم سے کوئی اجازہ لیا ہوتا تو اس کے لئے لازم تھا کہ اپنی اس سوانح حیات میں اس کو بیان کرتا۔ پس یہ بات خلاف عقل و درایت بھی ہے اور خلاف نقل و روایت بھی ہے کہ شیخ نے کسی بھی شیعہ عالم سے کوئی اجازہ حاصل کیا تھا۔ اور چون کہ اس نے اپنی اس خودنوشت سوانح حیات میں کسی بھی شیعہ عالم سے اجازہ لینے کا کوئی ذکر نہیں کیا

ہے لہذا حتماً شیخ نے کسی بھی شیعہ عالم سے اپنی حیات میں کوئی بھی اجازہ حاصل نہ کیا تھا بلکہ وہ اجازے جو اس کے جانشین اور اس کے مرید اور پیرو کار دکھار ہے ہیں وہ اس کی وفات کے بعد شیعوں کو دھوکہ دینے کے لئے تا کہ اس کو کافر قرار دینے کے بعد شیعوں کو فریب دیا جا سکے اس کے مریدوں اور پیروی کرنے والوں نے گھڑے ہیں۔

اور اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ احمد احسائی کی وفات کے بعد شیخ احمد احسائی کی اولین سوانح حیات اس کے بیٹے شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ احمد احسائی کے نام سے لکھی ہے اور شیخ کی یہ سوانح حیات اس کے بیٹے نے 1242ھ میں لکھی ہے شیخ عبداللہ اپنے باپ کی سوانح حیات میں جو اس نے شرح احوال شیخ احمد احسائی کے نام سے لکھی ہے آقائے محمد مہدی کے اجازے کو نقل کرنے سے پہلے ایک سفر کا افسانہ گھڑتا ہے اور کہتا ہے کہ:

در سن یک هزار و یک صد و هشتاد و شش ۱۱۸۶ که گذشته بود از سن مقدسش بیست سال در این حال آن اسرار الٰهی و حکم نا متناهی را اهلی برائے اظهار بلکه بیان یک از هزار در آن بلاد و دیار نیافت زیر آ که در آن بلد جمعی سنی بودند و غالب آنها اهل تصوف و برخی شیعه اثنا عشری درمیان ایشان علمای ظاهر قشری که ایشان را ربطی بحکمت نبود چه جانی اسرار خلقت لا جرم آهنگ مهاجرت و ساز مسافرت فرمود و راه عتبات عالیات در پیش گرفت تا مگر اهلی برائے امر خویش جوید ۔ چون بکربلای معلی و نجف اشرف مشرف گشت در مجالس و و محافل علماء و

فضلاء حاضر می شد تا پایه و مایه هر یک را معلوم فرماید۔ و مشاهیر علما در این وقت جناب آقا باقر و جناب سید مهدی بودند۔ اما شیخ جعفر بن شیخ خضر و میر سید علی را چنداں شہرت و ترقی نبود۔ الغرض غالباً در مجالس در س و بحث ایشاں کاحد من الناس جزو حضار و جلاس حاضر می گشت و می نشست و احدی را از حانش آگہی نه بود۔ وقتی از جناب سید مهدی خواهش اجازه روایتی فرمود چوں معرفتی نداشت تامل و توقفی نمود پرسید تالیف و تصنیف چه دارید۔ اوراقی چند در شرح تبصره مرقوم رفته بود بوی نما یاند۔ پس از دقت نظر گفت یا شیخی سزاوار قدر تو آں است که مرا اجازه دهی پس اجازه نوشت و داد۔ و نیز در هماں ایام رساله در قدر تحریر رفته بود بوی نمایاند در نظرش عظیم نمود از آنجا که با کمال انصاف بود زبان بمدائیح و اوصاف کشود و احترام فوق العاده و اکرام بلا نهایة مینمود۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 17-18

سن 1186 ھ میں جب آپ بیس سال کے ہوگئے تو اس حال میں اس اسرار الٰہی اور حکم لامتناہی نے اپنے شہر میں کوئی ایسا شخص نہ پایا جس کے سامنے اپنے علم کا اظہار کر سکے بلکہ اس کے ہزارویں حصہ کا بیان ہی کر سکے کیونکہ اس شہر میں کچھ لوگ تو سنی تھے جن کی اکثریت صوفیوں کی تھی اور کچھ تھوڑے سے شیعہ اثنا عشری تھے جن کے علماء ظاہری اور قشری تھے کہ ان کو حکمت و فلسفہ کے ساتھ کوئی لگاؤ ہی نہ تھا۔ اسرار خلقت کا جاننا تو دور کی

بات تھی ۔لہذا عتبات عالیات کا ارادہ کیا اور سفر کی تیاری کی اور عتبات عالیات کے لئے روانہ ہو گئے تا کہ وہاں اپنے کام کے لئے کوئی اہل آدمی تلاش کریں جب وہ کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کی زیارت سے مشرف ہوئے علماء وفضلا کی مجلس میں بیٹھنا شروع کر دیا تا کہ یہ معلوم کریں کہ ان میں سے کسی کو کتنی سوجھ بوجھ ہے اور اس زمانہ میں مشاہیر علماء آقا باقر وجناب سید محمد مہدی تھے۔لیکن شیخ جعفر بن شیخ خضر اور میر سید علی کی کچھ شہرت نہیں تھی۔ الغرض غالباً ان کی مجالس درس و بحث میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے حاضر رہتے تھے اور حاضرین میں سے کوئی بھی ان کے حال سے واقف نہ تھا جب شیخ نے آقا سید مہدی سے اجازہ کے لئے درخواست کی ۔چونکہ ان کو شیخ کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا اور ان کی کچھ معرفت نہ رکھتے تھے تو وہ تھوڑی دیر کے لئے سوچنے لگے اور تامل وتوقف فرمایا اور یہ پوچھا کہ کیا تم نے کوئی کتاب تالیف وتصنیف کی ہے ۔تبصرہ کی شرح میں چند اوراق لکھے تھے وہ نکال کر انہیں دکھائے ۔پس ان اوراق میں خوب غور کرنے کے بعد فرمایا کہ اے شیخ تو اس قدر منزلت کا سزاوار ہے کہ تو مجھے اجازہ دے۔پس انہوں نے شیخ کے لئے اجازہ لکھا اور شیخ کے حوالہ کر دیا۔نیز انہیں دنوں قدر کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا تھا وہ بھی ان کو دکھایا ۔وہ ان کی نظروں میں بہت عظیم معلوم ہوا چونکہ وہ کمال انصاف کے حامل تھے شیخ کی مدح اور اوصاف کے بیان کرنے میں مصروف ہو گئے اور ان کی حد سے زیادہ عزت واحترام کیا۔

شرح احوال شیخ احمد احسائی ص 17-18

شیخ عبداللہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے اپنے باپ کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ شرح حالات زندگی شیخ احمد احسائی میں بیان کئے اس نے اس سفر کو 1186 میں ہونا بیان کیا ہے اس کے بعد جس نے بھی لکھا ہے وہ شیخ عبداللہ کا اعتبار اور اعتماد کر کے لکھا ہے۔حالانکہ شیخ عبداللہ اس وقت تک پیدا ہی نہ ہوا تھا چونکہ خود شیخ عبداللہ کی

تحریر کے مطابق جو اس نے اپنے باپ کی شرح حالات میں لکھا ہے اس نے 1186ھ کے بعد مریم بنت خمیس آل عصری سے نکاح کیا جو قریہ قرین کی رہنے والی تھی اور وہ اس کی سب سے پہلی زوجہ تھی۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی ص19

اور اس اجازہ کے لئے جسے شیخ عبداللہ نے سن 1186ھ میں ملنا لکھا ہے کہ یہ اجازہ آقا سید محمد مہدی بحر العلوم نے دیا تھا کتاب اجازات شیخ میں جو ہمارے پاس خود ان کی شائع کردہ موجود ہے اس میں اس اجازہ کے نیچے اس اجازہ کی تاریخ اس طرح سے لکھی ہوئی ہے۔

ضحوه يوم الجمعة الثاني والعشرين من ذى الحجة الحرام من سنه تسع و مائتين بعد الالف من هجره سيد الانام۔

کتاب اجازات شیخ تحت اجازہ آقا محمد مہدی بحر العلوم

یعنی یہ اجازہ بروز جمعہ 22 ذوالحجہ الحرام سن 1209ھ میں لکھا گیا۔

چنانچہ اس اجازہ کو مدنظر رکھتے ہوئے رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان مرزا ابوالقاسم خان قاچاری اپنی کتاب "فہرست کتب مشائخ عظام" میں لکھتا ہے کہ:

دریں كه بعضى نوشته اند كه مرحوم سيد در سن بيست سالگى بايشان اجازه داد بنظر نگارنده درست نيست زيرا تاريخ اجازه مرحوم سيد بحر العلوم بيست و دويم ذى الحجة سال هزار و دوبست و نه است كه در آن موقع سن شريف شيخ بزرگوار چهل و سه سال بوده است ۔ فہرست کتب مشائخ عظام ص163

اس بارے میں جو بعض (یعنی شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ احمد احسائی میں) نے لکھا ہے کہ مرحوم سید (آقا مہدی بحر العلوم) نے بیس سال کی عمر میں شیخ احمد احسائی کا یہ

اجازہ دیا میری نظر میں یہ درست نہیں ہے کیونکہ مرحوم سید (محمد مہدی) بحرالعلوم نے اس اجازہ کے نیچے جو تاریخ لکھی ہے وہ 22 ذوالحجہ سن 1209 ھ ہے کہ اس وقت شیخ کا سن شریف تینتالیس (43) سال تھا۔

یہ بات اچھی طرح سے ذہن میں رکھنی چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ شیخ احمد احسائی کے سفروں کا بیان قدم بقدم سب سے پہلے اس کے پسر شیخ عبداللہ نے ہی لکھا ہے۔ اس کے بعد شیخ کے سفروں کا بیان جس نے بھی کیا ہے وہ شیخ عبداللہ کی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی سے نقل کر کے لکھا ہے۔ چونکہ شیخ عبداللہ اس جازہ کو 1209 ھ میں لکھ ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ 1209 ھ میں بحرین میں مقیم تھا اور اس نے 1209 ھ سے 1212 ھ تک عراق کا کوئی سفر نہ کیا تھا پس شیخ احمد احسائی نے 1209 ھ میں نہ آقا محمد مہدی بحرالعلوم سے کوئی اجازہ لیا اور نہ ہی آقا محمد ی مہدی بحرالعلوم نے شیخ احمد احسائی کا کوئی اجازہ دیا تھا بلکہ شیخ عبداللہ نے اپنے باپ شیخ احمد احسائی کی تکفیر کے بعد جس کا فتویٰ آقا ملا محمد تقی برغانی معروف شہید ثالث نے دیا تھا اس کے دفاع میں ایک نا کردہ سفر کا 1186 ھ میں افسانہ گھڑا اور اس سفر میں آقا محمد مہدی بحرالعلوم سے 1186 ھ میں اجازہ لینا بیان کیا جس کا چرایا ہوا ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ آقا محمد مہدی بحرالعلوم کے اجازہ کے نیچے تاریخ تحریر اجازہ 22 ذی الحجہ الحرام سن 1209 ھ لکھی ہوئی ہے۔ شیخ عبداللہ نے چالاکی تو بہت کی لیکن اس سے بھول ہوگئی یا تو وہ آقا محمد مہدی بحرالعلوم کی تاریخ تحریر اجازہ بدل کر 1186 ھ کر دیتا یا پھر اس سفر کو 1209 ھ میں کرنا دکھا دیتا چونکہ جب 1186 ھ میں ایک نا کردہ سفر کو کرنا لکھ دیا تو جھوٹ 1209 ھ میں بھی سفر کا کرنا دکھایا جا سکتا تھا چاہے اس نے 1209 ھ میں عراق کا سفر نہ کیا ہو اور بحرین میں ہی اقامت پذیر ہو۔ لیکن اب پچھتانے سے کچھ نہیں بنتا اس چوری کا جس میں ذرا سی بھی عقل ہو اس کو پتہ چل گیا اس وقت صرف

ایک ہی اجازے کی ضرورت تھی تا کہ آقا محمد تقی برغانی کے فتویٰ کا دفاع کیا جا سکے ۔لیکن جب کربلائے معلیٰ میں بھی شیخ کی تکفیر کا معرکہ گرم ہوگیا تو پھر دوسرے اجازے جو اجازات شیخ میں درج ہیں گھڑ لئے گئے حالانکہ نہ تو شیخ عبداللہ نے ان مراجع عظام کو دیکھا تھا نہ سید کاظم رشتی نے ان مجتہدین عظام و مراجع عالیقدر شیعیان جہان کو دیکھا تھا اور ان کی صداقت کے لئے کوئی شہادت اور سند نہیں ہے جیسا کہ خود سید کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں لکھا ہے:

وان لم نشاهدهم و ما فزنا بشرف ادراک خدمتهم حتی نری سلوکهم معه حتی نشهد شهادت عیان . ولکن وجدنا کتاباتهم فی الاجازات التی کتبوها بعضم بخطه . دلیل المتحیرین ص 31

یعنی اگر چہ ہم نے ان مجتہدین عظام کو بچشم خود نہیں دیکھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل نہیں کیا جس سے ہم شیخ کے ساتھ ان کے برتاؤ اور سلوک کو دیکھتے ۔اور عینی شہادت دیتے اور ان کے چشم دید گواہ ہوتے ۔لیکن ہم نے ان کے لکھے ہوئے اجازے دیکھے ہیں جو ان میں سے بعض نے خود اپنے خط سے لکھے ہیں ۔

اور تعجب کی بات یہ ہے سید کاظم رشتی نے اس سائل ہندی کو مطمئن کرنے کے لئے جس نے شیخ کی تکفیر کا سبب پوچھا تھا اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں اس طرح لکھا ہے:

ولعمری ان هذه العبارات التی یدعونها و یزخرفون فی معانیها فی رسائل کتبها اعلیٰ الله مقامه قبل ان یخرج من الاحساء قبل ان یتوجه الی العجم و کتبه بحمد اله کانت مشتهرة و هذه العبارات و امثالها مرت علی انظارهم . دلیل المتحیرین ص 63

یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ عبارتیں جن کے معانی میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور انہیں باطل قرار دے رہے ہیں ان کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں جنہیں شیخ احمد احسائی نے احساء سے نکلنے سے پہلے تحریر و تالیف و تصنیف کرلیا تھا اور ان کتابوں کے لکھنے کے بعد عجم کا رخ کیا اور الحمد اللہ اس کی تمام کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور مشتہر ہوگئی تھیں اور یہ تمام عبارتیں اور ان جیسی اور دوسری عبارتیں ان کی نظروں کے سامنے سے گذری تھیں اور کاظم رشتی نے دوسری جگہ ان کتابوں کے نام بھی لکھے ہیں جو شیخ نے احساء سے نکلنے سے پہلے لکھی تھیں چنانچہ وہ ان کتابوں کے نام اس طرح لکھتا ہے:

مع انتشار رسائله و اشتهار کتبه و مصنفاته و اجوبة مسائله و شرحہ علی الزیارت الجامعه و شرحه علی الحکمة العرشیه الملا صدرا و شرحه علی المشاعر و شرحه علی الرساله العلمیه الملا محسن فیض و سائر مصنفاته کلها بل اغلبها وصلت الی هولاء الابرار و النجیا ء الاطهار ولم یطعن فیه احد ولم یذکر بعیب ابداً۔ دلیل المتحیرین ص35

یعنی ان مجتہدین عظام اور اجازے دینے والے مراجع عظام نے اس وقت یہ اجازے دیئے تھے جب اس کے تمام رسائل اور تمام تصنیفات اور مسائل کے جوابات اور شرح زیارت جامعہ و شرح عرشیہ و شرح مشاعر و شرح رسالہ عملیہ چھپ چکی تھیں اور نشر اور مشتہر ہو چکی تھیں اور یہ تمام کتابیں چھپ کر ان اجازہ دینے والے علمائے ابرار اور نجبائے اطہار کے پاس پہنچ چکی تھیں لیکن ان کو پڑھ کر ان میں سے کسی نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور ان کتابوں میں کسی عیب کا ذکر نہیں کیا تھا۔

کیا واقعاً ان علمائے بزرگ نے شیخ کی ان تالیفات کو دیکھا تھا

اب ہمیں چاہیے کہ ہم اس بات کی تحقیق کریں کہ کیا واقعاً یہ تمام کتابیں چھپ چکی تھیں اور نشر ہو چکی تھیں یا نہیں اور کیا واقعاً یہ کتابیں ان بزرگ شیعہ علماء کی نظر کے سامنے سے گذری تھیں اور انہوں نے ان کتابوں کو دیکھا تھا اور انہیں پڑھا تھا یا نہیں ہم ان کتابوں کی تاریخ تحریر فہرست کتب مشائخ سے جس میں ان کتابوں کی تاریخ تحریر لکھی ہوئی ہے اور خود ان کتابوں کے آخر میں بھی ان کتابوں کی تاریخ لکھی ہوئی ہے نقل کرتے ہیں۔

۱۔	شرح زیارت جامعہ	10ربیع الاول 1230ھ
۲۔	شرح علی الحکمۃ العرشیہ	27ربیع الاول 1232ھ
۳۔	شرح علی المشاعر در حکمۃ	27صفر 1234ھ
۴۔	شرح علی الرسالۃ العلمیہ	15ربیع الثانی 1230ھ
۵۔	شرح فوائد فی الحکمۃ	9شوال 1232ھ
۶۔	جواب شیخ یعقوب اقوال سائر علماء	8شعبان 1239ھ

اور ان علمائے بزرگ کی تاریخ وفات جن کے بارے میں سید کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین میں اور مرزا علی الاسکوئی الاحقاقی نے اپنی کتاب الانتقاد علی اعتراضات العاملی میں یہ لکھا ہے کہ ان علمائے بزرگ نے مذکورہ کتابوں کو دیکھا تھا اور انہیں ان کتابوں میں کوئی عیب دکھائی نہیں دیا۔ ان کی تاریخ وفات کتاب اجازات شیخ احمد احسائی کے مطابق اور راحمد حسین ساطی وکیل رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت کی عبقریہ الشیخ الاوحد کے مطابق اس طرح ہے:

نمبر شمار	نام اجازہ دہندہ	سن وفات	صفحہ کتاب اجازات
1۔	الشیخ احمد البحرانی الدستانی	1205ھ	16
2۔	میرزا مھدی شھرستانی	1216ھ	20
3۔	السید علی طباطبائی	1231ھ	--
4۔	السید محمد مھدی بحرالعلوم	1212ھ	34
5۔	الشیخ جعفر نجفی	1227ھ	40
6۔	الشیخ حسین آل عصفور بحرانی	1216ھ	61

یہ مذکورہ کتابیں اور ان علمائے بزرگ کا سن وفات معلوم ہو جانے کے بعد یقیناً ہر صاحب عقل و منصف مزاج قاری یہی فیصلہ کرے گا کہ جو شخص اس بات کا دعویدار ہے کہ ان علمائے بزرگ نے یہ کتابیں دیکھنے کے بعد یہ اجازے دیئے تھے وہ اکذب الکاذبین اور بہت بڑے دروغ گو اور جھوٹے ہیں چونکہ یہ تمام علماء ان کتابوں کے لکھے جانے سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے اور یہ کتابیں ہرگز ہرگز ان کی زندگی میں تالیف و تصنیف نہ ہوئی تھیں۔

اور سید کاظم رشتی جانشین اول شیخ کی دروغ گوئی تو حد سے بڑھ گئی کہ اس نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں یہ لکھا کہ شیخ نے یہ کتابیں احساء سے نکلنے سے پہلے لکھی تھیں اور نشر ہو چکی تھیں جس کا بیان سابقہ اوراق میں گذر چکا ہے پس ان علمائے بزرگ نے کوئی اجازہ شیخ احمد احسائی کو نہیں دیا تھا اور روسائے مذہب شیخیہ نے یہ تمام اجازے شیخ کی تکفیر کے دفاع میں گھڑے ہیں اور خود انہوں نے ہی ان کو انشاء کیا ہے۔

تبریز ایران میں مذہب شیخیہ کی تبلیغ کا حال

ہم نے مذہب شیخیہ کے دو معروف فرقوں کا حال اس مقام تک تحریر کیا ہے۔ لیکن

شیخ کے بعض شاگر ان دونوں فرقوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔لیکن وہ افکار ونظریات و تعلیمات وعقائد مذہب شیخیہ کی تبلیغ میں سرگرمی سے مصروف رہے قم ایران کے ایک مجتہد آقائے روحانی نے ایک کتاب "مزدوران استعمار درلباس مذہب" یعنی استعمار کے ایجنٹ مذہب کے لباس میں لکھی تھی اس کا جواب غلام حسین تبریزی نے کلمہ ازھزاردر مزدوران استعمار کے نام سے لکھا وہ اس کتاب میں "ملاقات حجتہ الاسلام مرحوم شیخ احمد احسائی" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

ملا محمد ممقانی ملقب به حجته الاسلام با میرزا محمود نظام العلماء و ملا محمد نام دیگری در عتبات عالیات نجف و کربلا مدتها مشغول تحصیلات علوم دینیه بودند تا اینکه ـ به درجه منیعه اجتهاد نائل آمدند و از مجتهدین طراز اول به دریافت اجازه مفتخر گردیدند ـ هر کدام به اهل و خانواده شان نوشتند که از تحصیلات فارغ شده اند و عازم وطن خویش می باشند و سپس از طریق کرمانشاه عزم تبریز نمودند ـ درآن زمان مرحوم شیخ احسائی بنا به تقاضای شاهزاده دولتشاهی ساکن کرمانشاه بود ـ و مجلسی درس مرتبی داشت حجته الاسلام و همراهانش همینکه به

کرمانشاه رسیدند از وجود مرحوم شیخ در آن شهر مستحضر شدند و خواستند چند مجلس نیز از محضر آن بزرگوار مستفیض شوند. پس از حضور چند جلسه در مجلس درس آن بزرگوار متوجه شدند که لازم است مدتی نیز از محضر مرحوم شیخ کسب معارف و کمالات بنمایند و بهمین جهت فسخ عزیمت نمودند و در کرمانشاه مستقر گردیدند و در حدود یک سال و نیم در مجلس درس آن استاد به تکمیل علوم معنویه و معارف الهیه پرداختند. مرحوم شیخ نیز به آنها توجهی خاص فرمود و اجازه روایت و اجتهاد بایشان عنایت کرد و رخصتشان داد که بوطن خویش مراجعت نمایند و در آنجا به نشر حقائق دین مبین اسلام و نشر فضائل و مناقب اهل بیت اطهار علیهم السلام بپردازند. و در آخر می گوید که:

چنان از سرچشمهٔ علوم آل محمد صلی الله علیه وآله به تعلیم استاد بزرگوار شان مشروب و سیراب شده بودند که اساتید دیگر را فراموش و طبق روش مرحوم شیخ

احمد احسائی بہ نشر فضائل و مناقب محمد و آل محمد سلام اللہ علیہم اجمعین مشغول شدند۔

کتاب ''کلمہ ازھزار در رد نشریہ مزدوران استعمار'' ص69 تا 71

یعنی ملا محمد تقی ممقانی ملقب بہ حجۃ الاسلام میرزا محمد نظام العلماء اور ایک دوسرے آدمی جن کا نام محمد تھا نجف و کربلا کے عتبات عالیات میں مدتوں علوم دینیہ کے حصول میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ اجتہاد کے درجہ منیعہ پر پہنچے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے خاندان والوں کو لکھ بھیجا کہ وہ علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہو چکے ہیں اور اب وہ اپنے وطن واپس لوٹ رہے ہیں اس کے بعد کرمانشاہ کے راستے تبریز آنے کے لئے روانہ ہوئے ۔اس زمانہ میں مرحوم شیخ احمد احسائی شاہزادہ محمد علی مرزا دولتشاہی کے تقاضے کی بناء پر کرمانشاہ میں قیام پذیر تھے ۔اور مجلس درس ترتیب دیا ہوا تھا۔ حجۃ الاسلام اور ان کے دوسرے ساتھی جونہی کہ کرمان شاہ پہنچے تو انہیں شیخ احمد احسائی کے کرمان شاہ میں قیام کا علم ہوالہذ ا انھوں نے چاہا کہ ان کی مجلس درس میں شریک ہو کر کچھ فیض حاصل کیا جائے پس وہ ان بزرگوار کی چند مجلس درس میں شریک ہونے کے بعد اس امر کی طرف متوجہ ہوئے کہ انہیں کچھ مدت تک ان مرحوم کی مجلس درس میں شرکت کر کے معارف و کمالات حاصل کرنے چاہئیں لہذا اسی وجہ سے تبریز آنے کا ارادہ فسخ کر دیا اور کرمانشاہ میں ہی ڈیرے ڈال دیئے اور تقریباً 1½ سال تک اس استاد بزرگ سے تکمیل علوم معنویہ اور معارف الہیہ حاصل کرنے کے لئے ٹھہرے رہے ۔مرحوم شیخ احمد احسائی نے بھی ان کی

طرف خصوصی طور پر توجہ دی اور انہیں اجتہاد و روایت کا اجازہ عنایت فرمایا اور انہیں وطن جانے کی اجازت دی کہ وہ وطن پہنچ کر دین مبین اسلام کے حقائق کی نشر و اشاعت کریں اور فضائل و مناقب اہل بیت اطہار علیہم السلام لوگوں کے سامنے بیان کریں۔

اور آخر میں کہتا ہے کہ:

وہ اس استاد بزرگوار کی تعلیم سے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے علوم سے ایسے مشروب و سیراب ہوئے کہ پہلے جن دوسرے استادوں سے کربلا و نجف میں پڑھا تھا اس سب کو بھلا دیا اور مرحوم شیخ احمد احسائی کی روش کے مطابق فضائل و مناقب محمد و آل محمد بیان کرنے میں مشغول ہو گئے۔

اس بیان پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب کلمہ ازھزار کے صفحہ 71 کی اس عبارت کو بار بار پڑھیے اور سمجھیے کہ وہ کس چیز کی تبلیغ میں مصروف ہوئے۔

شیخیوں اور شیعوں کا نام رکھنے کی تحقیق

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ شیعوں کا نام شیعہ خود پیغمبر گرامی اسلامؐ نے رکھا تھا جو پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں تو بالقوہ شیعہ اثنا عشری تھے اور ہر امام کے زمانے میں بالفعل شیعہ اثنا عشری ہو گئے۔ اور یہ پیغمبر کی حدیث و فرمان کے مطابق ہوئے مگر جو شخص شیخ احمد احسائی کے نظریات و عقائد کا پیرو ہوا سے مذہب شیخیہ کا پیرو کار کہا جاتا ہے۔ شیخ احمد احسائی کے پیروی کرنے والے خود بھی اس لقب کو فخر کے ساتھ قبول کرتے ہیں چنانچہ کاظم رشتی

جانشین اول شیخ احمد احسائی اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں اس طرح لکھتا ہے:

واما هذا الشیخ الجلیل و العالم النبیل الذی یسمی المنتسبون الکشفیه او الشیخیه هو الشیخ احمد بن زین الدین ... الخ

دلیل المتحیرین ص 12

یعنی یہ شیخ جلیل اور عالم نبیل کہ جس کی پیروی کرنے والے اس کے نام کے ساتھ منسوب ہونے کی وجہ سے کشفیہ یا شیخیہ کہلاتے ہیں وہ شیخ احمد بن زین الدین احسائی ہے۔

اگرچہ شیخی فرقہ بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہوگیا ہے جن میں سے مشہورترین فرقے شیخیہ رکنیہ کرمان اور شیخیہ احقاقیہ کویت ہیں جو پہلے مرزا حسن گوہر قراچہ کے ساتھ متمسک ہونے کی وجہ سے گوہریہ کہلاتے تھے اور یہ دونوں فرقے خود کو ہی پیروان حقیقی شیخ احمد احسائی کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو شیخ کی تعلیمات سے منحرف ہونے کا الزام دیتا ہے۔ لیکن ان دونوں فرقوں نے بھی ان شیعوں کو جو پیروان شیخ احمد احسائی نہیں ہیں اور شیخ کے نظریات وافکار وعقائد کو باطل کہتے ہیں ایک نام دیا ہے۔ چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان مرزا محمد کریم خان قاجاری اپنی کتاب ہدایت الطالبین میں لکھتے ہیں:

بدانکه شبه در این مطلب از برائے هیچکس از آگاهان بلکه قاطبه مردم ایران نیست که فرقه شیعه یومنا هذا که سن یکهزار و دویست و شست و یک هجری است دو فرقه

شده اندیکی مسمی بشیخی و یکی مسمی ببا لاسری۔ مگر جمع از غافلان وسفها و اطفال و نسواں که ایں مطلب بگوش ایشاں نخورده۔ ہدایت الطالبین ص16

معلوم ہونا چاہیے کہ اس مطلب میں کسی بھی شخص کو ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے اور ایران کے تمام لوگوں کو اس حقیقت کا علم ہے کہ اس زمانے میں کہ 1261 ھجری ہے فرقہ شیعہ دو فرقوں میں تقسیم ہو چکا ہے ایک کا ان میں سے شیخی نام ہے اور دوسرے کا نام بالاسری ہے۔ مگر تھوڑے سے لوگ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں یا بچے اور خانہ نشین عورتیں جن کے کانوں میں یہ بات نہیں پڑی۔

یہ بات خود پیروان مذہب شیخیہ کو تسلیم ہے کہ ان کا نام شیعوں نے شیخ احمد احسائی کے غلط اور باطل عقائد کی پیروی کی وجہ سے شیخی رکھا ہے لیکن باقی کے شیعہ جو شیخ احمد احسائی کے عقائد کے پیرو نہیں تھے ان کا نام شیخیوں نے بالاسری کیوں رکھا تو اس کا سبب رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی قاچاری نے اپنی اسی کتاب ہدایت الطالبین میں اس طرح سے لکھا ہے:

چوں شیخ جلیل پشت سر نماز می کرد و امام را پیشوائے خود قرار میداد حضرات بنا را بر بالائے سر قبرو پیش رو گزاردند و بالائے سرو پیش رو نماز کردند۔

ہدایت الطالبین ص84

یعنی چونکہ شیخ جلیل شیخ احمد احسائی ضریح مبارک کے پیچھے پشت سر نماز پڑھتے تھے اور امام کو اپنا پیشوا قرار دیتے تھے تو شیخ کو کافر قرار دینے والے حضرات نے بالائے سر قبر اور پیش رو نماز پڑھنی شروع کر دی۔

حالانکہ یہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان اپنی اسی کتاب ہدایت الطالبین میں اس طرح لکھتا ہے:

گیرم کہ نماز پیش روئے قبرو برابر سر جائز است واجب کہ نیست کہ شخص آں را مداومت کنند۔

کتاب ہدایت الطالبین ص 84

یعنی میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ پیش روئے قبر اور سر کی طرف یا سر کے برابر پڑھنا جائز ہے مگر وہ واجب تو نہیں ہے کہ کوئی آدمی اس پر عمل کرتا رہے۔

پس بالائے سر نماز پڑھنا نام رکھنے کا بہانہ تھا اور اس میں اعتقاد کا کوئی دخل نہیں تھا۔ چنانچہ یہ رئیس مذہب شیخیہ اپنی اسی کتاب ہدایت الطالبین میں بالاسری نام رکھنے کی اصل وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتا:

حاصل آنکہ بالا سری کسے است کہ شیخ را و سید را و اتباع ایشاں را در اعتقاد کافر می داند۔ کتاب ہدایت الطالبین ص 85

حاصل کلام یہ ہے کہ بالاسری وہ ہے جو شیخ احمد احسائی اور اس کے جانشین اول سید کاظم رشتی اور ان کی پیروی کرنے والوں کو اعتقاد میں کافر جانے۔

پس یہ بات صاف ظاہر ہے کہ شیعوں کا بالاسری کہنے کی بنیاد کسی نظریہ وعقیدہ کی بناء پر نہیں تھی لہذا فی الحقیقت رئیس مذہب شیخیہ نے اپنے مریدوں اور پیروی کرنے والوں کو اس طرح سے سبق دیا کہ اگر شیعوں میں سے کوئی تم کو تمہارے عقائد ونظریات کی وجہ سے شیخی کہے اور تمہارے عقائد ونظریات کو باطل کہے تو تم مقابل میں ان کا بھی کوئی نام رکھو۔

مذہب شیخیہ کے رؤسا کا سلسلہ

اگر چہ شیخیہ رکنیہ کرمان شیخ احمد احسائی کی جانشینی کا دعویٰ کرتے ہیں اور سید کاظم رشتی کو شیخ احمد احسائی کا پہلا خلیفہ سمجھتے ہیں اور سید کاظم رشتی کے بعد اپنا سلسلہ جانشینی رکھتے ہیں۔لیکن شیخیہ احقاقیہ کویت نہیں چاہتے کہ سید کاظم رشتی کو شیخ احمد احسائی کا خلیفہ کہیں یا کوئی اور شیخ احمد احسائی کا خلیفہ لکھے چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت آقا بزرگ طہرانی کے قول کے رد میں اس طرح لکھتا ہے:

فلم جعلت السید کاظم خلیفة الشیخ دون غیره . هل رایت من الشیخ الاوحد نصامن ذالک و لم نره نحن ولا سائر الناس او ان السید بنفسه قد ادعی انه خلیفته و لم نسمعه نحن ذالک" رسالہ الناصحۃ الزاجرہ ص292

یعنی میں یہ کہتا ہوں کہ سید کاظم رشتی شیخ احمد احسائی کا خلیفہ تھا کیا معنی رکھتا ہے پھر تم نے شیخ احمد احسائی کا اس کو خلیفہ کیوں قرار دیا اور کسی اور شاگرد کو نہ لکھا۔کیا تم نے شیخ احمد احسائی کی طرف سے کوئی تحریری بیان دیکھا ہے اور ہم نے وہ نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی اور آدمی نے دیکھا یا خود سید کاظم رشتی نے اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا ہے کہ وہ شیخ احمد احسائی کا خلیفہ ہے اور ہم نے اس قسم کا اس کی طرف سے کیا ہوا دعویٰ نہیں سنا۔

پس اگر چہ شیخیہ احقاقیہ کویت شیخ احمد احسائی کے بعد اس کے خلیفہ یا جانشین یا نائب کے الفاظ سے ناراضی کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ بھی ریاست مذہب شیخیہ میں سید کاظم رشتی کو ہی سب سے پہلے وصی واعلم وافقہ واقدم واقرب جانتے ہیں۔اور کاظم رشتی کے بعد وصی واعلم وافقہ واقدم مرزا حسن کو ہرقراچہ داغی کو سمجھتے ہیں اور مرزا حسن کو ہرقراچہ داغی کے بعد اس کے شاگردوں میں سے مرزا باقر اسکوئی کو وصی واعلم وافقہ واقدم واقرب جانتے ہیں اور باقر اسکوئی کے بعد مولف احقاق الحق موسیٰ اسکوئی کو وصی واعلم وافقہ واقدم و اقرب سمجھتے ہیں اور مرزا موسیٰ اسکوئی کے بعد مرزا علی اسکوئی کو اور مرزا علی الاسکوئی کے بعد مرزا حسن الاسکوئی کو وصی واعلم وافقہ واقرب واقدم جانتے ہیں (خلاصہ احقاق الحق موسیٰ اسکوئی)۔لیکن شیخیہ رکنیہ کرمان دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ شیخ احمد احسائی کے خلیفہ و وصی و جانشین ہیں پس مذہب شیخیہ کی دونوں کے شاخوں کے رؤسا کا سلسلہ اس طرح ہے۔

شیخ احمد احسائی

کاظم رشتی

روسائے شیخیہ رکنیہ کرمان	روسائے شیخیہ احقاقیہ کویت
محمد کریم خان کرمانی	مرزا حسن کوہرقراچہ داغی
محمد خان کرمانی	مرزا باقر اسکوئی
زین العابدین کرمانی	مرزا موسیٰ اسکوئی
ابوالقاسم خان کرمانی	مرزا علی اسکوئی
عبدالرضا ابراہیمی کرمانی	مرزا حسن الاسکوئی

شیخیہ احقاقیہ کویت کا ایک منظر

شیخیہ احقاقیہ کویت شیخیہ رکنیہ کرمان کے مقابلہ میں تو یہ کہتے ہیں کہ شیخیہ رکنیہ کرمان شیخ احمد احسائی کے سچے پیرو نہیں ہیں لہذا وہ شیخی نہیں ہیں بلکہ شیخ احمد حسائی اور سید الامجد سید کاظم رشتی کے حقیقی پیرو ہم ہیں اور حقیقتاً ہم ہی ہیں جو مذہب شیخیہ رکھتے ہیں ۔لیکن جب علمائے شیعہ میں سے کوئی انہیں یہ کہتا ہے کہ وہ مذہب شیخیہ رکھتے ہیں اور شیخی ہیں تو وہ جواب میں اسے یہ کہتے ہیں کہ ہم شیخی نہیں ہیں بلکہ ہم تو شیعہ امامیہ اصولیہ ہیں ۔ چنانچہ مرزا علی الاسکوئی احقاقی اپنی کتاب ''الانتقاد علیٰ ترجمۃ العاملی'' میں صفحہ 98 پر محسن الامین العاملی کی کتاب اعیان الشیعہ کے صفحہ 391 سے ایک عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

قال فی صفحة ۳۹۱ لا بد لنا قبل الخوض فی احواله ای فی احوال الشیخ احمد قدس سره من الاشارة الیٰ طریقة الکشفیه المعرفین ایضا بالشیخیه لانه من ارکان هذه الطریقة بل هو مؤسسها والیه ینسب متبعوها فیسمون الشیخیه ای اتباع الشیخ احمد المذکور کما انه یسمون بالکشفیه نسبة الی الکشف والالهام الذی یدعیه هو و یدعیه له اتباعه و هی طریقة ظهرت فی تلک الاعصار ۔ الانتقاد علیٰ ترجمۃ العاملی ص98

''فاضل علامہ محسن الامین العاملی نے اپنی کتاب اعیان شیعہ کے صفحہ 391 پر یہ لکھا ہے کہ قبل اس کے ہم شیخ احمد احسائی کے حالات پر غور کریں ہم پر لازم ہے اور بہت ضروری ہے کہ ہم مذہب کشفیہ پر جو مذہب شیخیہ کے نام سے بھی معروف ہے اشارۃً کچھ

لکھیں۔چونکہ وہ اس مذہب کے ارکان میں سے ایک ہے بلکہ وہی اس مذہب کا بانی ہے اور اسکے پیروکار اسی کے ساتھ منسوب ہیں پس وہ شیخیہ نام رکھتے ہیں یعنی پیروان شیخ احمد احسائی مذکور۔اسی طرح ان کو کشفیہ بھی کہا جاتا ہے جو اس کے وحی والہام کے دعویٰ کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور اس کی پیروی کرنے والے بھی اس کے کشف ووحی والہام کے مدعی ہیں اور یہ ایک نیا مذہب ہے جو ہمارے اس زمانے میں پیدا ہوا ہے۔

الانتقاد علی ترجمۃ العاملی ص 98

رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا علی الاسکوئی الاحقاقی علامہ فاضل العاملی کے ان کلمات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

فحینئذ هل يناسب ان يذكر في ترجمة الشيخ انه من اركان طريقة الشيخيه بل موسسها كما جرى من فاضل العاملي . و عنوان الشيخيه انما انطبق علىٰ اتباع الشيخ لد فاعهم عنه و الذب له من العقائد الفاسده و انسهم بمطالبه المبتكره و توحيد الخاص وليس لهم جرم الاتنزيههم و تقديسهم بشيخهم عن مقالة المفترين او لمشبهين او المستاهلين في اقوالهم و اجراء براعتهم او تفسيرهم لكلمات شيخهم المجمله ببياناته المفصله و اثباتهم ان الشيخ احد العلماء الحقه هذا جرم اتباع الشيخ والا فهم اماميون اصوليون تلمذهم على يد علماء زمانهم من اهل العراق و ايران و غير هما و عوامهم مقلدون لعلماء المجتهدين احياء

الانتقاد علیٰ ترجمۃ العاملی ص 104-105

یعنی شیخ احمد احسائی کی پیروی کرنے والوں کو اس وجہ سے شیخیہ کہا جاتا ہے کہ وہ ان عقائد فاسدہ کا جو اس کی طرف منسوب ہیں دفاع کرتے ہیں۔ اور ان مطالب منکرہ اور وہی توحید خاص سے جو شیخ نے بیان کی ہے انسیت رکھتے ہیں اور ان کا جرم فقط یہی ہے کہ وہ ان لوگوں کے اقوال افترا اور اشتباہ سے شیخ کا تنزیہ اور تقدیس کرتے ہیں اور شیخ کے مجمل کلمات کی مفصل بیانات کے ذریعہ تفسیر کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی علمائے حقہ میں سے ایک ہے۔ بس یہی ہے جرم شیخ احمد احسائی کی پیروی کرنے والوں کا ورنہ وہ سب کے سب امامی ہیں اور اصولی ہیں اور عراق و ایران میں اپنے زمانے کے علمائے کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا ہے اور ان کے عوام مجتہدین احساء کے مقلد ہیں۔

الانتقاد علیٰ ترجمۃ العاملی ص 104۔105

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ شیخ احمد احسائی کا دفاع کس طرح سے کرتے ہیں اور وہ عقائد جن کا وہ اثبات کرتے ہیں کیا وہ عقائد شیخیہ عقائد شیعہ حقہ امامیہ و اصولیہ اثنا عشریہ کے مطابق ہیں۔

شیخیہ احقاقیہ ہی وہ مفوضہ ہیں جن کو مشرک کہا جاتا ہے

شیخیہ رکنیہ کرمان کے بارے میں کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی خود کو رکنیہ کہتے ہیں اور ارکان اربعہ کے قائل ہیں۔ لیکن شیخیہ احقاقیہ کویت اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ شیعہ حقہ اصولیہ امامیہ اثنا عشری ہیں اب یہ دیکھیں کہ آیا جو کچھ وہ کہہ رہے

ہیں وہ درست ہے یا جھوٹ اور شیعوں کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔

موسیٰ اسکوئی رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت اپنی کتاب احقاق الحق میں اپنے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: لیت شعری ما بال اقوام اذا قیل لهم : ان میکائیل یقسم الارزاق و عزرائیل یمیت و جبرئیل یخلق و اسرافیل یحیی باذن الله ولا یستوحشون . و یقبلون بقبول حسن . معه انهم عبید و خدام لهم (ع) واذا قیل علی امیر المومنین ولی الله یخلق و یرزق و یحی و یمیت باذن الله یصعدون الی السماء تارة و منزلون الی الارض اخری ، کانه خولف بعقلهم فما دعاک الیٰ هذا الحالة ایها المومن الموالی اذسمعت فی حق موالیک ماتعقده فی حق عبیدهم و موالیهم ، انکرت کل الانکار . و تکلمت بکلام الاغیار ؟ فان کان باطلاً فانت غال فی حق موالیهم و عبیدهم . و مقصر فی حق ساداتک و موالیک و ان کان حقا فلم لا ساوی فی الاقل ساداتک معه عبیدهم و هذا من العجب العجاب الیسمع منک ایها الموالی فی تقصیرک فی حق اولیاء الله و معرفة مقاماتهم و مراتبهم یوم الحساب اعتذارک بانک قلدت فیه فلاناً و فلاناً

احقاق الحق ص 396 سطر 13 تا 23

معلوم نہیں اس قوم کا کیا حال ہے جب انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ میکائل رزق تقسیم کرتے ہیں اور عزرائیل (ملک الموت) مارتا ہے اور جبرئیل خلق کرتا ہے اور اسرافیل زندہ

کرتا ہے اللہ کے حکم سے یہ بات سن کر تجھے کوئی وحشت نہیں ہوتی ۔اور اس بات کو ہنسی خوشی قبول کر لیتا ہے اس کے باوجود کہ یہ فرشتے آئمہ علیہم السلام کے غلام اور خادم ہیں ۔لیکن جب تجھ سے یہ کہا جاتا ہے کہ علی امیر المومنین ولی اللہ خلق کرتے ہیں رزق دیتے ہیں اور زندگی اور موت دیتے ہیں اللہ کے حکم سے کبھی آسمان کے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور کبھی زمین پر اتر آتے ہیں تو تیری عقل میں فتور آجاتا ہے ۔اے مومن موالی تجھے کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ جب تو اپنے مولا اور آقا کے حق میں وہی بات سنتا ہے جو تو نے ان کے غلاموں اور خادموں کے حق میں سنی ہے تو تو کلی طور پر اس سے انکار کرنے لگتا ہے اور غیروں کی طرح باتیں کرنے لگ جاتا ہے اگر ان فرشتوں کے بارے میں وہ بات باطل تھی تو اس صورت میں تو ان (ع) کے غلاموں اور خادموں کے بارے میں غلو کا مرتکب ہوا ہے اور اپنے آقا و مولا کے حق میں تقصیر کی ہے ۔اور اگر ان فرشتوں کے بارے میں نظریہ درست ہے تو پھر اس تھوڑی سی بات کے لئے اپنے آقاؤں کو ان کے برابر کرنے سے کیوں انکار کرتا ہے ۔حالانکہ وہ ان کے غلام ہیں اور یہ بہت ہی عجیب بات ہے کیا روز قیامت ان اولیاء اللہ کی معرفت اور ان کے مرتبے اور مقامات کے حق میں تیرا یہ عذر سنا جائے گا کہ تو نے اس بارے فلاں فلاح کی تقلید کی ہے'' احقاق الحق ص 396

قارئین محترم !اب آپ خود غور کریں کہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے وہ کام جو میکائل کو سپرد کیا ہے وہ جبرئیل کو سپرد نہیں کیا اور جو کام جبرئیل کو سپرد کیا ہے وہ

عزرائیل یعنی ملک الموت کوسپرد نہیں کیا ہے ان فرشتوں میں سے ہر فرشتہ وہی کام انجام دیتا ہے جواسے سپرد کیا گیا ہے کوئی بھی فرشتہ کسی دوسرے کا کام انجام نہیں دیتا اسی طرح خداوند تعالیٰ نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کو کارہدایت سپرد کیا ہے وہ ہادی خلق ہیں اور ہدایت کا کام انجام دیتے رہے لیکن خداوند تعالیٰ نے خود وہ کام مذکورہ فرشتوں کو سپرد کیا ہے وہ ان حضرات معصومین علیہم السلام کوسپرد نہیں کیا۔لہذا یہ شیخیہ احقاقیہ کویت ہیں جو احقاق الحق میں اپنی مذکورتحریر کے مطابق قائل تفویض ہیں اور بالفاظ واضح مفوضہ ہیں اور امام علیہ السلام کے ارشادگرامی اور حدیث صحیح کے مطابق مشرک ہیں" الغلاۃ کفار والمفوضۃ المشرکون "غالی کافر ہیں اور قائل تفویض مفوضہ مشرک ہیں۔

اور خود شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت میں اور موسیٰ اسکوئی نے احقاق الحق میں ان احادیث کو بیان کیا ہے جو مطلقاً قائل تفویض کی نفی میں وارد ہوئی ہیں اور انہوں نے خود ان احادیث کو تفویض کی مطلقاً نفی قرار دیا ہے۔ان احادیث میں سے حدیث نمبر 4 اس طرح ہے۔

و مافی البحار و عیون اخبار الرضا ، روی عن یاسر الخادم قال قلت للرضا (ع) ما تقول فی التفویض ؟ فقال ان اللہ تبارک و تعالیٰ فوض الی نبیه صلی اللہ علیه و آله امر دینه فقال ما اتاکم الرسول فخذوه و مانھاکم عنه فانتھوا. فاما الخلق و الرزق فلا . (احقاق الحق)

یعنی بحارالانوار اور عیون اخبار الرضا میں یاسر خادم سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ تفویض کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امور دین تفویض فرمائے تھے اور یہ فرمایا تھا کہ پیغمبر جو کچھ تمہیں حکم دے وہ لے لو اور جس بات سے وہ تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ لیکن خلق کرنے اور رزق دینے کا کام اس نے ہمیں سپرد نہیں کیا ہے۔

اس حدیث پر چاہے ہزار بار غور کریں اس حدیث سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ خدا نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کو تبلیغ دین کا کام تو سپرد کیا ہے لیکن خلق کرنے اور رزق دینے کا کام سپرد نہیں کیا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ شیخیہ احقاقیہ کو یت تفویض کے قائل ہیں اور کھلم کھلا مفوضہ ہیں اور آئمہ علیہم السلام نے اسی تفویض کو شرک قرار دیا ہے۔

اور پاکستان کے مبلغین شیخیہ شیخ احمد احسائی کی کتاب شرح زیارت اور مرزا اسکوئی کی کتاب احقاق الحق سے جس کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ احقاقی کہلاتے ہیں مجالس عزا میں منبروں پر ان عقائد کو فضائل ومناقب اہل بیت علیہم السلام کے نام سے بیان کرتے رہے اور پاکستان کے بے خبر، کم علم اور سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے رہے۔ ثبوت کے لیے ان کے خطوط کا عکس فلسفہ تخلیق کائنات درنظر قرآن میں ملاحظہ کریں۔

(تمت بالخیر)